Kahanifreak.com
Muhabbat Mautabar Tehri
Rashida Riffat

راشدہ رفعت

digestlibrary.com

عشاء کی نماز پڑھ کر وہ سونے کے لیے لیٹی تو عادتاً موبائل اٹھایا۔ صارم کا وائس میسج آیا ہوا تھا، وہ میسج سننا نہیں چاہتی تھی لیکن دل اب بھی کبھی کبھی بے اختیار ہو جاتا تھا۔ اس کی انگلی نے اسکرین کو چھوا اور صارم کی آواز سماعتوں تک پہنچی۔

"تمہارے بغیر زندگی نہیں جی سکتا اور جینا تو دور کی بات، یہ تصور تک کرنا ہی جان لیوا ہوتا ہے۔ کیوں اتنی کٹھور بن گئی ہو۔ میں جانتا ہوں، تمہاری زندگی کے فیصلے کے لیے آج بھی حتمی رائے تمہاری ہی مانی جائے گی۔ اپنے ساتھ ساتھ مجھ پر یہ ظلم مت ہونے دو۔ میں امی کو دوبارہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ پلیز اس بار مایوس مت لوٹانا۔"

وہ بے بس انداز میں مخاطب تھا۔ شہرینہ نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ کتنے دنوں سے وہ اسے کالز کر رہا تھا اور وہ اس کی کالز اٹینڈ نہ کر رہی تھی۔ میسج بھی بنا پڑھے ڈیلیٹ کر دیتی۔ آج کی اضطراری حرکت کے نتیجے میں میسج سن تو لیا لیکن اب اس حرکت پر بھی پچھتاوا ہو رہا تھا اور دوسری طرف شاید موبائل صارم کے ہاتھ میں ہی تھا۔ بلیو ٹک دیکھتے کے ساتھ ہی اس نے کال ملا لی۔

شہرینہ نے گہری سانس اندر کھینچی پھر کال اٹینڈ کر لی۔

"کیسی ہو شہرینہ؟" وہ بے قراری بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

"خالہ کو مت بھیجنا صارم!" اس نے گویا اس کا سوال سنا ہی نہ تھا۔

"ایسے کیوں کر رہی ہو۔ خالو جان کی ناراضی بجا لیکن تم تو ہمارے لیے اسٹینڈ لے سکتی ہو۔ امی معافی مانگ چکی ہیں۔ دوبارہ بھی آ کر معافی مانگنے کو تیار ہیں۔ تم خالو جان سے کہو ناں کہ وہ دل بڑا کر کے انہیں معاف کر دیں۔"

"ابو خالہ کو معاف کر بھی دیں تو میں اپنے دل کا کیا کروں۔ خالہ کے الزام کے ساتھ ساتھ مجھے تمہاری بے اعتباری نے بھی تو توڑا تھا صارم!" وہ جیسے سسکی تھی۔

"میں تمہاری یہ غلط فہمی کیسے دور کروں شہرینہ مجھے تم پر کوئی بے اعتباری نہیں تھی۔ اس وقت فقط کمیونیکیشن گیپ ہوا تھا۔" وہ بے بس ہو کر بولا۔

"اچھی اصطلاح گھڑی ہے۔" وہ استہزائیہ ہنسی۔

"بہرحال مجھے تم سے یہ ہی کہنا ہے کہ خالہ کو دوبارہ بھیجنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ابو کا فیصلہ اٹل ہے اور خالہ نے ہمارے ساتھ جو بھی کیا لیکن میں اب بھی نہیں چاہتی کہ ابو ان سے تلخ انداز میں پیش آئیں اگر ہم دونوں کے بیچ تعلق والا باب بند ہو جائے تو ہو سکتا ہے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد دونوں خاندانوں کے درمیان تعلقات پھر سے بحال ہو جائیں۔ امی اور خالہ کا ایک دوسرے کے سوا ہے ہی کون میں نہیں چاہتی کہ دونوں بہنوں کا تعلق ہمارے رشتے کی بھینٹ چڑھے۔"

ابو نے پچھلی بار بھی خالہ سے ہی کہا تھا کہ اگر وہ فقط امی کی بہن کی حیثیت سے اس گھر میں آتی ہیں تو ان کی آمد سر آنکھوں پر لیکن ٹوٹے رشتے اب بحال نہیں ہو سکتے۔ "پلیز صارم اب تم دوبارہ اس مقصد سے خالہ کو یہاں مت بھیجو، یہ اب قطعی ناممکن ہے۔"

وہ دل کا کرب چھپاتی اٹل لہجے میں مخاطب

مکمل ناول

digest library.com

Scanned with CamScanner

digest library.com

ہوئی اور صارم کی کچھ مزید سنے بنا فوراً ہی کال ڈس کنکٹ کر دی۔ وہ پھر کال کر رہا تھا لیکن یہ طے تھا کہ شہرینہ نے اس سے دوبارہ بات نہیں کرنی تھی۔ موبائل آف کر کے وہ تھکے ہارے انداز میں بیڈ پر لیٹ گئی۔ آنسو گال بھگونے لگے تھے۔

صارم اس کا خالہ زاد ہونے کے ساتھ بہترین دوست بھی تھا۔ اکٹھے شرارتیں کرتے بچپن گزرا۔ خالہ کا گھر زیادہ دور نہ تھا۔ وہ دونوں اکٹھے سکول جاتے شام کو صارم اس کے ساتھ کھیلنے آ جاتا۔ وہ بہت ذہین تھا اپنا ہوم ورک مکمل کر کے آتا تو شہرینہ کو کتابوں کاپیوں میں الجھا ہوا پاتا۔

''تم فٹافٹ یاد کر کے مجھے سناؤ۔ ہوم ورک میں کمپلیٹ کرتا ہوں۔''

شہرینہ کی ویسے بھی لکھنے سے جان جاتی تھی۔ وہ صارم کی مدد پر اس کی شکر گزار ہوتی۔ وہ ہر جگہ ہر گھڑی ہر پل اس کا معاون و مددگار تھا۔ اسکول میں کوئی بچہ شہرینہ کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

شام کو جب وہ دونوں آس پڑوس کے بچوں کے ساتھ مل کر کھیلتے تب بھی صارم کی موجودگی میں کسی بچے کی ہمت نہ ہوتی کہ وہ کسی بھی کھیل میں شہرینہ کے ساتھ بے ایمانی یا فاؤل پلے کر سکے۔ ہاں کبھی کبھار شہرینہ اور صارم کی آپس میں لڑائی بھی ہو جاتی مگر روٹھنے کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا۔ یہ صارم تھا جو غلطی ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں خود ہی سوری میں پہل کر لیتا۔ بچپن گزرا، دونوں نے لڑکپن کی سرحد پر قدم رکھا اور تب جانے کیسے دونوں کو اپنی ماؤں کے ارادے کا علم ہوا۔

رافعہ خالہ نے برسوں پہلے ہی بہن سے صارم کے لیے شہرینہ کو مانگ لیا تھا۔ عاکفہ کو اللہ نے اولاد کی صورت صرف شہرینہ سے نوازا تھا۔ دونوں میاں بیوی کی اکلوتی بیٹی میں جان تھی۔ اپنی شہزادی کے لیے صارم سے بہتر انہیں کون لگ سکتا تھا۔ خالہ بھانجی پر جان چھڑکتی تھیں صارم بھی ہر لحاظ سے ہونہار بچہ تھا۔ شہرینہ اپنے اور اس کے مابین جڑے تعلق کا علم ہونے پر پہلے والی شہرینہ نہ رہی تھی بلکہ وہ اپنے خول میں سمٹ گئی تھی۔ اب اسے صارم کا سامنا کرتے ہوئے عجیب شرم، جھجک اور گھبراہٹ ہوتی تھی پھر ماں کی ہدایت تھی کہ اب اسے صارم سے بے تکلفانہ ہاتھ چیت سے گریز کرنا چاہیے۔

دونوں بہنیں اپنی خاندانی اقدار کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ شرم، حیا، اخلاق، آداب کے سارے اسباق شہرینہ کو گھول کر پلا دیے گئے۔ صارم بے چارہ شہرینہ کی شکل تک دیکھنے کو ترس آ جاتا۔ اب خالہ کے گھر بغیر کسی جواز کے جانا ناممکن ہو گیا تھا۔ کبھی کسی موقع تہوار پر پورا گھرانہ مدعو ہوتا تب ہی شہرینہ یا شہرام ایک دوسرے کے گھر آ پاتے۔ وہ بڑوں کے سامنے فرماں بردار شکل بنائے بیٹھا رہتا لیکن بہت کوشش کے بعد کوئی ایسا موقع ڈھونڈ ہی لیتا جب شہرینہ اکیلی ہوتی دو چار منٹ کی مہلت دل کی بے قراریوں کا حال سنانے کو ناکافی ہوتی تھی۔ پھر بھی وہ کسی نہ کسی طور حال دل کہہ سنا تا تھا۔ شہرینہ کی شرمگیں ہنسی ہی اس کا جوابی اقرار ہوتی۔ زندگی کا یہ دور بہت حسین تھا پھر دونوں خاندانوں کے بیچ ہلکی سی تلخی نے جنم لیا۔

رافعہ بھانجی کے یونیورسٹی جانے کے حق میں نہ تھیں۔ ان کی دانست میں اس نے جتنا پڑھ لیا وہ بہت تھا۔ نثار احمد بیٹی کو آگے پڑھانے کے خواہش مند تھے بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ وہ اپنی بیٹی کی خواہش کے آگے کسی کو رکاوٹ کھڑی کرنے کی اجازت نہ دے سکتے تھے۔ شہرینہ نے بہت اچھے نمبروں سے گریجویشن مکمل کی تھی، آگے پڑھنا اس کی شدید خواہش تھی عاکفہ اس معاملے میں شوہر اور بیٹی کے بجائے بہن کی ہم نوا تھیں۔ وہ مخلوط تعلیمی ادارے میں بیٹی کو بھیجتے ہوئے ہچکچا رہی تھیں۔

''آپ بات سمجھنے کی کوشش تو کریں شہرینہ کے ابو۔ رافعہ آپا لڑکیوں کے یونیورسٹی میں پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتیں۔ انہوں نے اپنی تینوں بیٹیوں کو بھی آگے پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ کل کو ہماری شہرینہ نے ان ہی کے گھر جانا ہے ہمیں شہرینہ کے

Scanned with CamScanner

معاملے میں ان کی پسند، ناپسند کا خیال رکھنا ہوگا۔"
عاکفہ شوہر کو معاملے کی نزاکت سمجھانا چاہ رہی تھیں لیکن نثار احمد کچھ سننے پر تیار نہ تھے۔

"رافعہ آپا اپنی بیٹیوں پر پورا حق رکھتی تھیں۔ حالانکہ انہیں اپنی بچیوں کو بھی اعلا تعلیم دلوانی چاہیے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا تو ان کی مرضی مجھ سمیت کوئی بھی اس معاملے میں انہیں کوئی دوش نہیں دے سکتا لیکن ابھی میری بچی میرے گھر ہے اس کی زندگی کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا مجھے پورا اختیار ہے۔ شہرینہ آگے پڑھنے کی خواہش مند ہے تو میں اسے ضرور آگے پڑھاؤں گا ویسے بھی تعلیم انسان کا بنیادی حق ہے کوئی بھی شخص میری بیٹی سے یہ حق نہیں چھین سکتا۔"

نثار احمد دوٹوک انداز میں بولے تھے۔ عاکفہ شوہر کو سمجھانے میں ناکام ہوئیں تو اکیلے میں بیٹی پر چڑھ دوڑیں۔

"تم خود اپنی راہ میں کانٹے بو رہی ہو۔" رافعہ آپا نے ایک بار نہیں کئی بار صاف اور واضح لفظوں میں جتا دیا ہے کہ وہ تمہارا لڑکوں کے ساتھ پڑھنا پسند نہیں کریں گی۔ تمہارے سر سے یونیورسٹی جانے کا بھوت اترتا کیوں نہیں۔" وہ بیٹی پر بگڑ رہی تھیں۔

"آپ فکر نہ کریں امی۔ خالہ اگر ناراض ہوئیں بھی تو یہ ناراضی عارضی ہوگی۔ صارم خود ہی خالہ کو منا لے گا۔" شہرینہ نے ماں کو تسلی دی، صارم پر اس کا یہ اعتماد بلاوجہ نہ تھا بلکہ یہ اعتماد صارم کا اپنا عنایت کردہ تھا۔

☆☆☆

اس نے ماں اور خالہ کی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا تھا۔ صارم بھی تعلیمی میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھ چکا تھا۔ اس کے شاندار تعلیمی ریکارڈ کی بنیاد پر اسے جلد ہی بہت اچھی ملازمت مل گئی تھی۔

رافعہ ایک عرصے تک بھانجی سے کھنچی کھنچی رہی تھیں آہستہ آہستہ خالہ کا غصہ بھی دم توڑ گیا۔ وہ اب لاڈلی بھانجی کو بہو بنا کر اپنے آنگن کی رونق بنانا چاہتی تھیں ویسے بھی شہرینہ کا ماسٹرز مکمل ہونے کو تھا اس کے خواب پورے ہو گئے تھے ان خوابوں کی تکمیل پر وہ باپ کے ساتھ ساتھ صارم کی بھی ممنون تھی۔ صارم کی طرف سے تو اس پر جاب نہ کرنے کی بھی کوئی پابندی نہ تھی۔

"میں جانتا ہوں جاب کرنا بھی تمہارا بچپن کا شوق ہے۔ اگر کوئی اچھی آفر ہوتی ہے تو قبول کرتے ہوئے مت ہچکچانا اتنی اچھی ڈگری لے کر گھر بیٹھ جاؤ گی تو یہ زیادتی ہوگی اس ڈگری کے ساتھ۔"

"تم کیا چاہتے ہو صارم! کہ خالہ مجھے بہو بنانے کا ارادہ بالکل ہی گول کر دیں۔" وہ مشکوک نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔ عمر بڑھنے اور وقت گزرنے کے ساتھ وہ کم از کم اتنی میچور ہو گئی تھی کہ صارم کی آمد پر شرما کر کمرے میں بند ہونے کے بجائے اب اس سے پہلے والے دوستانہ انداز میں سہولت سے بات کر لیتی تھی۔ صارم اس کی بات سن کر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا تھا۔

"صحیح کہہ رہی ہو اگر امی کو علم ہوا کہ میں تمہیں جاب کرنے کی اجازت دے رہا ہوں تو وہ تمہیں اپنے گھر لانے سے پہلے مجھے بوریا بستر سمیت گھر سے نکال دیں گی۔"

"تو جب خالہ کے مزاج کو جانتے ہو تو ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"اگر ڈائیلاگ نہ سمجھو تو تمہاری ہر خواہش پوری کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" وہ اس پر محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"ہے تو یہ فلمی ڈائیلاگ ہی مگر کیا یاد کرو گے کر لیا تمہاری بات کا یقین۔" وہ ہنسی تھی۔

☆☆☆

ان دنوں مسکراہٹ اس کے لبوں سے جدا ہی نہ ہوتی تھی۔ کس کو خبر تھی کہ بہت جلد یہ لب مسکرانا ہی بھول جائیں گے شادی کی تاریخ ٹھہرانے کے لیے آمنہ آپی کا انتظار تھا۔ صارم کی بڑی بہن جو بیرون ملک مقیم تھیں۔ صارم کی بڑی تینوں بہنیں شادی شدہ تھیں۔ حفصہ اور افشی آپی اسی شہر میں بیاہی گئی تھیں تو آمنہ آپی سات سمندر پار سگے تایا کے ہاں بیاہی گئی تھیں۔

Scanned with CamScanner

اکلوتے بھائی کی شادی کے لیے تینوں بہنوں کے دل میں بہت سے ارمان چھپے تھے۔ آمنہ نے پاکستان آنے کا گرین سگنل دے دیا تو دونوں گھرانے جوش و خروش سے شادی کی تیاری میں لگ گئے۔

وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا۔ شہرینہ ماں کے ساتھ بازار سے ابھی لوٹی تھی۔

اسی دوران رافعہ خالہ کی آمد ہوئی۔ شہرینہ کو خالہ کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی کسی انہونی یا گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

''خیر تو ہے آپا۔ اس وقت اکیلی آئی ہیں کیا!'' عاکفہ نے صارم کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔

''صارم آفس کے کام سے اسلام آباد گیا ہے میں اور تمہارے بھائی صاحب آئے ہیں۔'' انہوں نے سپاٹ سے انداز میں بہن کو جواب دیا۔ تنویر صاحب کو آتا دیکھ کر عاکفہ مزید حیران ہوئیں۔ دونوں بہنیں تواتر سے ایک دوسرے کے گھر کا چکر لگاتی تھیں۔ کبھی کبھار نثار احمد بھی بیگم کے ساتھ سالی کے گھر چلے جاتے لیکن تنویر صاحب کا عید، بقرعید کے سوا یہاں کا چکر نہ لگتا۔ وہ اپنی دکان اور مسجد کے سوا مشکل سے ہی کہیں آتے جاتے تھے۔ نثار احمد آگے بڑھ کر ان سے ملے۔

''آج تو آپا کے ساتھ تنویر بھائی بھی آئے ہیں۔ کمال ہی ہو گیا بھئی۔''

''کمال تو وہ ہے جو تمہاری بیٹی نے کیا نثار۔'' رافعہ پھنکارنے کے انداز میں بولی تھیں۔

''رافعہ بیگم! تحمل سے بات کریں۔ میں کتنا سمجھا بجھا کر لایا ہوں آپ کو۔'' مرنجان مرنج سے تنویر خالو نے بیوی کو دھیمے لہجے میں سمجھایا۔

''تحمل سے بات کرنے کی گنجائش بچی ہی کب ہے تنویر صاحب! آپ مجھے میرے انداز میں بات کرنے دیں ورنہ باہر جا کر گاڑی میں بیٹھیں۔ میں قصہ ختم کر کے دو منٹ میں آتی ہوں۔'' رافعہ نے شوہر کو گھورا۔ وہ اسی لیے شوہر کو ساتھ لانا بھی نہ چاہ رہی تھیں۔ اس گمبھیر صورت حال میں بھی ان ہی کو ٹھنڈا رہنے کا مشورہ دیتے آئے تھے اور رافعہ کا پارہ چل رہا تھا کہ کیسے اپنے دل کی بھڑاس باہر نکالیں۔

شہرینہ خالہ کے تیور دیکھ کر جی ہی جی میں گھبرا گئی خالہ جس تنفر بھرے انداز میں اسے دیکھ رہی تھیں وہ ان نگاہوں کی تاب نہ لا پا رہی تھی، آخر اس نے ایسا کیا قصور سرزد ہو گیا تھا۔ عاکفہ اور نثار احمد بھی حیران پریشان کھڑے تھے۔

''اس دن سے بچنے کے لیے میں شہرینہ کے یونیورسٹی جانے کے خلاف تھی نثار احمد! لیکن تمہارے سر پر بیٹی کو اعلا تعلیم دلوانے کا بھوت سوار تھا اب دیکھ لو اپنی بیٹی کے کرتوت۔ کیا گل کھلاتی پھر رہی ہے یہ۔'' انہوں نے تنفر بھرے انداز میں موبائل فون نثار احمد کی طرف بڑھایا تھا۔

نثار احمد نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیران سے انداز میں فون تھاما۔ عاکفہ بھی شوہر کے قریب ہوئی تھیں۔ دونوں میاں بیوی نے بیک وقت موبائل اسکرین کو دیکھا۔ پھر عاکفہ نے بے یقینی سے بیٹی کی طرف نگاہیں اٹھائیں جبکہ نثار احمد نے سنجیدگی سے سالی کی جانب دیکھا۔

''ہاں دیکھ لیں یہ تصویر کیا کہو گے اب نثار احمد کیا اس بے غیرتی کی بھی کوئی توجیہہ پیش کرو گے۔'' وہ زہر خند لہجے میں مخاطب ہوئیں۔

شہرینہ کا دل زور زور سے دھڑکا۔ یہ خالہ کن تصویروں کی بات کر رہی ہیں۔ وہ لپک کر آگے آئی اور باپ کے ہاتھ سے موبائل کھینچا اسکرین پر نظر ڈالتے کے ساتھ ہی اس کا دماغ بھک سے اڑا۔ کسی لڑکے کے ساتھ اس کی انتہائی واہیات تصویر اسکرین پر موجود تھی۔

''ابو، یہ جھوٹ ہے جعلی تصویر ہے یہ فوٹو شاپڈ ہے۔'' وہ تڑپ کر باپ سے مخاطب ہوئی۔

''اتنی ڈھٹائی مت اختیار کرو شہرینہ! قصور کیا ہے تو اسے قبول بھی کرو، کون ہے یہ لڑکا اور کب سے چل رہا ہے یہ چکر۔'' رافعہ خالہ نے تنفر بھرے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ جان نچھاور کرنے والی خالہ کا یہ لب ولہجہ اور انداز دیکھ کر شہرینہ تو غش کھانے کو ہو گئی۔

Scanned with CamScanner

"میرا یقین کریں خالہ امیں اس لڑکے کو جانتی بھی نہیں۔ یہ تصویر جعل سازی سے بنائی گئی ہے۔" اس نے روہانسی ہو کر اپنی صفائی پیش کی۔

"کیسی جعل سازی۔ کہہ دو یہ کپڑے جو تم نے پہن رکھے ہیں یہ تمہارے نہیں۔ ارے یہ وہ ہی تو سوٹ ہے جو میں نے ہی تمہاری عیدی میں بھیجا تھا۔ دیکھو غور سے یا نظر کمزور ہو گئی ہے۔"

"جی خالہ یہ تو میں ہی ہوں۔ یونیورسٹی کے ایک فنکشن میں میں یہ والا سوٹ ہی پہن کر گئی تھی لیکن کسی نے میری تصویر کو کسی دوسرے کی تصویر کے ساتھ جوڑا ہے میرا یقین کریں۔"

"کیوں کسی کو تمہارے ساتھ یہ دشمنی کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کچھ تو ایسا ہوا ہو گا ناں جس کی بنیاد پر۔"

"پلیز آپا جب میری بچی نے کہہ دیا ہے کہ یہ اس کی تصویر نہیں تو آپ بات آگے کیوں بڑھا رہی ہیں۔ مجھے اپنی بیٹی پر مکمل اعتماد ہے، یہ کوئی ایسا کام کر ہی نہیں سکتی جس سے اس کے والدین کی عزت پر حرف آئے۔" نثار احمد نے سالی کی بات کاٹی تھی۔

"یہ تمہاری دی ہوئی شہہ ہے نثار احمد جو آج ہم سب کو یہ دن دیکھنا پڑا اگر دوسری شریف لڑکیوں کی طرح یہ بھی چودہ جماعت پڑھ کر گھر بیٹھ جاتی تو یہ سب نہ ہوتا۔"

"کیا بات کر رہی ہیں آپا آپ اعلا تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیاں شریف نہیں ہوتیں اور میری بیٹی پر کوئی تہمت باندھنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ اپنے باپ کی مرضی اور اجازت سے یونیورسٹی پڑھنے گئی تھی۔"

"ہاں تو دیکھ لو ناں پھر یونیورسٹی جانے کا نتیجہ۔ اس تصویر کو تم تو جھٹلا سکتے ہو، میں نہیں۔ خود سوچو کسی نے تو یہ تصویر کھینچی ہو گی ناں اور پھر میرے ہی نمبر پر کیوں بھیجی گئی۔ کس نے دیا میرا نمبر۔"

تم تو بیٹی پر آنکھ بند کر کے بھروسا کر رہے ہو۔ ہم نا تو ایسے عقل کے اندھے ہیں ناں ہی ہماری آنکھوں پر پٹی بندھی ہے۔" وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئیں نثار احمد بھی مزید بگڑے۔ دونوں میں کوئی بھی رسانیت سے بات کرنے کو تیار نہ تھا۔

"آپا آپ بیٹھیں تو سہی تسلی سے بات کرتے ہیں۔" عاکفہ بہن کے تیور دیکھ کر خود بوکھلا گئی تھیں۔

"اب بات کرنے تو بچا ہی کیا ہے عاکفہ کس چاؤ اور ارمانوں سے ہم دونوں بہنوں نے اپنے بچوں کا رشتہ جوڑا تھا اگر شہرینہ کو کوئی اور پسند تھا تو ہنسی خوشی صارم سے شادی کا ناٹک کیوں کر رہی تھی، یا سچ سچ بتاؤ تم نے تو زور زبردستی کر کے اسے شادی پر راضی نہیں کیا۔" جانے رافعہ خالہ کیوں اتنی بدگمان ہو رہی تھیں۔

شہرینہ کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے گفتگو جس نہج پر جا رہی تھی، اسے اس کا منطقی نتیجہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ وہ فوراً اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور صارم کا نمبر ملایا تا۔ دو بار بیل جا جا کر بند ہو گئی تھی۔

"صارم فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔ کہیں خالہ نے اسے بھی سب کچھ بتا کر بدگمان تو نہیں کر دیا۔" اس کا دل کانپا۔ خالہ کے نمبر پر تصویر کس نے بھیجی۔ کیوں جعل سازی کے ذریعے یہ تصویر بنائی گئی اور بھیجنے والے کا مقصد کیا تھا ذہن میں کلبلاتے سارے سوالوں کو پیچھے دھکیل کر اس وقت وہ فقط اپنا اور صارم کا رشتہ بچانا چاہتی تھی۔ لیکن صارم فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے ایک بار پھر کال ملائی۔

"ہاں شہرینہ! بولو کیا بات ہے۔" وہ اس وقت بہت اہم میٹنگ اٹینڈ کر رہا تھا۔ شہرینہ کی طرف سے بار بار رابطہ کرنے کی کوشش کے بعد اس نے میٹنگ کے شرکاء سے معذرت کرتے ہوئے ایک سائیڈ پر جا کر کال اٹینڈ کی۔ انداز میں عجلت تھی۔ لیکن شہرینہ نے اس عجلت بھرے انداز کو رکھائی پر محمول کیا۔

"خالہ کو روک لو صارم! ورنہ سب ختم ہو جائے گا۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"کیا مطلب؟" وہ الجھا۔

"اس تصویر کی کوئی حقیقت نہیں۔ جانے کون حاسد ہے جو ہماری خوشیوں کے درپے ہو گیا ہے۔ بہت مہارت سے یہ تصویر تیار کی گئی ہے لیکن پھر بھی

digest library.com

Scanned with CamScanner

خالہ کو میرا یقین تو کرنا چاہیے تھا۔ کیا انہیں مجھ پر اتنا سا بھی بھروسا نہیں، ان سے بات کر کے انہیں سمجھاؤ کہ وہ ایک بے بنیاد اور جھوٹی بات پر یقین کر کے ہمارا رشتہ داؤ پر مت لگائیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو شہرینہ! مجھے تمہاری کوئی بات پلے نہیں پڑی۔" وہ قدرے جھنجھلا کر بولا۔

شہرینہ اس وقت اس کے اس جھنجھلائے ہوئے لہجے کی امید نہیں کر رہی تھی۔ اس نے دوبارہ صارم کو موضوع کی سنگینی کا احساس دلانا چاہا تھا لیکن صارم جانے کیوں اس وقت اس سے جان چھڑوانا چاہ رہا تھا۔

"پتا نہیں کیا کہے جا رہی ہو، کون سی تصویر کیسی تصویر اور میں جب تک یہ تصویر دیکھ نہ لوں مجھے کیسے معاملہ سمجھ میں آئے گا۔ فی الحال میں بہت ضروری میٹنگ اٹینڈ کر رہا ہوں۔ تمہاری بار بار کی جانے والی کالز کی وجہ سے ایک سائیڈ پر آ کر تمہاری بات سنی ہے۔ لیکن سچی بات ہے پلے کچھ نہیں پڑ رہا۔ میں میٹنگ سے فارغ ہو کر تمہیں کال بیک کرتا ہوں۔"

شہرینہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی لیکن صارم کی جانب سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ وہ بے یقینی سے اپنے فون کو دیکھنے لگی۔

زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ کرنے والا پہلی ہی آزمائش پر پورا نہ اترا تھا۔ اس پل سے زیادہ اسے صارم کے ساتھ کی کب ضرورت پڑ سکتی تھی۔ وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند خود کو گھسیٹتی کمرے سے باہر نکلی، وہاں باپ اور خالہ کی بحث سنگین موڑ پر آ چکی تھی۔

"اگر وضاحت مانگنے کا حق میرا نہیں ہے تو پھر کس کا ہے نثار احمد! میں اپنے اکلوتے بیٹے کی زندگی میں شامل کرنے جا رہی ہوں اسے۔ معاملہ صرف تمہاری بیٹی کا نہیں میری ہونے والی بہو کا ہے۔"

"اگر میری بیٹی آپ کے اعتبار کے قابل نہیں آپا تو پھر یہ رشتہ جڑے رہنے کا بھی کوئی جواز نہیں اور جب رشتہ ہی باقی نہیں رہے گا تو پھر آپ شہرینہ کے کردار پر انگلی اٹھانے کا حق بھی کھو بیٹھیں گی۔" وہ تلخ لہجے میں بولے تھے۔

"تم شہرینہ پر اندھا اعتبار کر رہے ہو کیا سے ایک بار بھی نہیں پوچھو گے کہ یونیورسٹی میں معاملہ پیش آیا۔ تصویر میں جو لڑکا ہے وہ کون اگر کسی نے یہ سب دشمنی میں بھی کیا ہے تو اس نوبت کیوں پیش آئی۔ تم الٹا مجھے رشتہ ختم کرنے دھمکی دے رہے ہو۔" رافعہ چراغ پا ہوئی تھیں۔

"آپا! میں دھمکی نہیں دے رہا، میری طرف سے اب یہ رشتہ ختم ہی ہے۔ میں ایسے گھر میں اپنی بیٹی کی شادی نہیں کر سکتا جہاں اس کے کردار کو اعتبار کے قابل ہی نہ سمجھا جائے۔"

نثار احمد کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی عاکفہ جو ہکا بکا ہو کر بہن اور شوہر کی گفتگو سن رہی تھیں شوہر کے منہ سے یہ سن کر مزید بوکھلا گئیں۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ نثار! یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔ آپا آپ بیٹھیں تو سہی۔ یہ شہرینہ آپ کے سامنے کھڑی ہے، اس سے جو پوچھنا ہے جو وضاحت صفائی مانگنی ہے مانگیں آپ کا حق ہے یہ اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو یہ قبول بھی کرے گی اور آپ سے معافی بھی مانگے گی۔" عاکفہ کے کہنے پر شہرینہ نے بے یقین ہو کر ماں کو دیکھا۔

"بس کرو عاکفہ! جب تمہارے شوہر نے ہی کہہ دیا سب ختم تو تم کس برتے پر اپنی لاڈو سے معافی مانگنے کا کہہ رہی ہو۔ غلطی تو ہم سے ہوئی جو وضاحت، صفائی مانگنے کا حق سمجھ کر یہاں چلے آئے۔" رافعہ کے تیور مزید بگڑ چکے تھے۔

"آپ یہاں وضاحت مانگنے نہیں بلکہ ایک جھوٹ پر اندھا یقین کر کے فقط الزام تراشی کرنے آئی تھیں اور واقعی میری بیٹی آپ کو صفائی دینے کی پابند نہیں۔ اس کے باپ کو اس پر پورا بھروسا ہے۔" نثار احمد ڈٹ کر بولے۔

شہرینہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ شاید کوئی اور باپ ہوتا تو اس کا یقین ڈگمگا جاتا لیکن اس کے باپ نے ایک لمحے کے لیے بھی اس فریب کاری پر یقین نہ

Scanned with CamScanner

کیا تھا۔

"چلیں تنویر صاحب! اب یہاں رکنا اپنی مزید بے عزتی کروانے کے مترادف ہے۔" وہ تن فن کرتی چلی گئی تھیں۔ عاکفہ انہیں روکتی ہی رہ گئیں۔

"کیا کر دیا ہے آپ نے نثار۔ یہ وقت تحمل سے کام لینے کا تھا اور شہرینہ! تم بتاؤ کیا تھا۔ یہ سب کون ہے یہ لڑکا جس کے ساتھ اس نے حیائی سے مسکرا کر چپٹ کر کھڑی تھیں۔" وہ غرا کر بیٹی سے مخاطب ہوئیں۔

"امی! میں نے کہا ناں یہ تصویر فوٹو شاپ ہے۔ کسی نے بہت مہارت سے میری تصویر ایک اور تصویر کے ساتھ جوڑی ہے۔ میں سدرہ یا انعم کے ساتھ فنکشن میں موجود تھی آپ کو تو یاد ہے ناں، یہ سوٹ میں یونیورسٹی کے فنکشن میں پہن کر گئی تھی۔" ماں کی بے اعتباری نے اسے گھائل کر دیا تھا پھر بھی وہ روتے ہوئے صفائی پیش کر رہی تھی۔

"تو کسی کو کیا پڑی کہ وہ یہ جعل سازی کرے اور پھر یہ تصویر آپا کے نمبر پر بھیجے۔ یونیورسٹی میں ایسا کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوا ہوگا جو تم نے ہم سے چھپایا۔ کہیں تم نے اس لڑکے کو یا کسی اور لڑکے کو جھڑکا ہو۔ کسی نے تمہاری طرف پیش قدمی کی کوشش کی ہو اور تم نے اس کے جذبات کی پذیرائی نہ کی ہو اور اس نے ضد میں آ کر یہ قدم اٹھایا ہو۔" عاکفہ اب ہر ممکن پہلو پر غور کر رہی تھیں۔ شہرینہ روتے ہوئے نفی میں سر ہلائے گئی۔

"تمہاری کسی سہیلی سے تمہارا جھگڑا ہوا ہو اور اس نے حسد، ضد یا جلن میں یہ کام کیا ہو، کچھ تو ہوا ہو گا ناں شہرینہ خدا کے لیے مت چھپاؤ بتا دو سب کچھ۔"

"امی کہا ناں کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ اور میری دو ہی سہیلیاں ہیں آپ کو تو علم ہے ناں۔ سدرہ اور انعم دونوں اسکول کے زمانے سے ہی میرے ساتھ ہیں۔ کئی بار یہاں آ چکی ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ان کے گھر جاتی ہوں۔ آپ ان کو خاندان سمیت اچھی طرح جانتی ہیں مجھ پر یقین نہیں آ رہا تو ان سے فون کر کے پوچھ لیں۔ وہاں کچھ بھی ایسا پیش نہیں آیا جو میرے لیے باعث تشویش ہوتا اور مجھے آپ سے کچھ چھپانے کی نوبت آتی۔"

"یہ وقت اپنی بیٹی کو حوصلہ دینے کا ہے تم اپنی تفتیش سے اسے پریشان مت کرو عاکفہ۔" نثار احمد خفگی بھرے انداز میں بیوی سے مخاطب ہوئے۔

"آپ تو رہنے ہی دیں ناں اور شہرینہ دکھاؤ اپنا فون مجھے۔"

عاکفہ اپنے ہر خدشے کی تسلی چاہتی تھیں۔ شہرینہ نے ایک لمحے سے بھی پہلے انہیں فون تھما دیا۔ عاکفہ غلط نہ تھیں۔ وہ ماں کو حق بجانب گردانتے ہوئے بھی ان کی اس بے اعتباری پر رنجیدہ تھی۔

"میرا رب جانتا ہے ابو کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے مجھے آپ لوگوں سے نظریں چرانی پڑیں۔ میں واقعی نہیں جانتی کہ کسی نے یہ گھناؤنی حرکت کیوں کی۔ میرا یقین کریں۔" وہ بے بس انداز میں باپ سے مخاطب تھی۔

"تمہارے باپ کا تم پر یقین ایک لمحے کو بھی نہیں ڈگمگایا ہے بیٹا! تم کیوں ہلکان ہو رہی ہو۔" نثار احمد نے بیٹی کو اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی۔ باپ کے اس مان اور بھروسے نے اسے اپنی ہی نظروں میں معتبر کر دیا تھا۔ لیکن آنسو گال بھگوئے جا رہے تھے۔ عاکفہ نے کچھ دیر تک موبائل گھنگالنے کے بعد اسے موبائل واپس کرنا چاہا۔

"نہیں امی! فی الحال یہ آپ اپنے پاس رکھیں۔ جب میرا باہر کی دنیا سے رابطہ نہیں رہے گا تو شاید اسی طرح میں آپ کا اعتبار جیت سکوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں سے شکوہ برآمد ہوا تھا۔

"کس حاسد کی نظر لگ گئی میری بچی کی خوشیوں کو کسی کو کیا ملا یہ سب کر کے۔ میرا تو سوچ سوچ کر سر پھٹ رہا ہے۔" عاکفہ نے اپنی کنپٹیاں دبائیں۔

digest library.com

Scanned with CamScanner

اور یہ وہ سوال تھا جس کا جواب کسی کے پاس بھی نہ تھا۔ شہرینہ خود سوچ سوچ کر پاگل ہونے والی تھی کہ اس مذموم حرکت کے پیچھے کون ہے اور اس حرکت سے وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ماں سے اپنا موبائل واپس نہیں لیا تھا۔ عاکفہ نے بھی جانے کیا سوچ کر موبائل آف کر کے دراز میں ڈال دیا تھا۔

☆☆☆

صارم اس سے رابطہ کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد بے حال ہوا جا رہا تھا۔ اسلام آباد سے واپسی پر اسے سارے ماجرے کا پتا چلا تھا۔

''ایک نظر دیکھ کر ہی پتا چل رہا ہے کہ جعلی تصویر ہے یہ اور آپ ہنگامہ کرنے خالہ کے گھر پہنچ گئیں۔''

وہ تصویر بھیجنے والے کا مقصد نہ سمجھ کر الجھن میں مبتلا تو ہوا تھا لیکن ماں کی حرکت پر بے تحاشا خفا بھی تھا۔ رافعہ کو اب بھی سمجھانا مشکل تھا کہ یہ تصویر واقعی حقیقی نہیں ہے۔

صارم نے تصویر کا فرانزک کروا کر ماں کو یقین دلایا کہ شہرینہ کی تصویر جعل سازی سے بنائی گئی ہے۔ رافعہ قدرے شرمندہ تو ہوئیں لیکن اب ان کے خدشات کی نوعیت بدل گئی۔

''تو کسی کو اس گھناؤنے کام کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس حرکت کے پیچھے کچھ نہ کچھ عوامل تو ہوں گے ناں۔'' اب صارم کے ساتھ ساتھ بیٹیاں بھی انہیں سمجھانے میدان میں کود یں۔

''کمال کرتی ہیں امی آپ۔ کسی اور کے کیے کی سزا شہرینہ کیوں بھگتے۔ شہرینہ کی تو ساری زندگی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہے۔ معصوم، بھولی بھالی، نیک سیرت لڑکی پر بلاوجہ شک کیا آپ نے اور پھر صارم دیوانوں کی طرح چاہتا ہے اسے۔ آپ کا بیٹا اس کے بغیر جی نہیں پائے گا۔''

''خدا کے لیے آپ نثار خالو سے جا کر بات کریں۔ انہوں نے جو بات غصے میں کی، آپ معذرت کریں گی تو وہ یقیناً صارم اور شہرینہ کا رشتہ پھر سے جوڑنے کا اعلان کر دیں گے۔

سات سمندر پار بیٹھی آمنہ جانفشانی سے بھائی کا مقدمہ لڑ رہی تھی اور رافعہ کون سا شہرینہ سے نفرت کرتی تھیں۔ وہ پرانے خیالات کی مالک تھیں مخلوط تعلیمی اداروں میں پڑھنے والی لڑکیوں کے بارے میں ان کی عمومی رائے یہ تھی کہ وہ بگڑی ہوئی لڑکیاں ہوتی ہیں شہرینہ کے یونیورسٹی جانے کی وہ شدید مخالف تھیں لیکن جب نثار احمد نے ان کی مخالفت کو خاطر میں لائے بغیر شہرینہ کو یونیورسٹی پڑھنے بھیج دیا تو بہت دن تک وہ اپنی بات رد کیے جانے کا ملال دل میں لیے بیٹھی رہیں لیکن پھر اولاد کے سمجھانے بجھانے اور خاص کر صارم کی خوشی کی خاطر وہ یہ کڑوا گھونٹ پینے پر راضی ہو گئیں اور اب تو وہ بہت ارمانوں سے صارم کی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھیں جب ایک اجنبی نمبر سے آنے والی تصویر نے ان کے واہمے سچ ثابت کر دیے۔ بنا تصدیق کے وہ اس پر فوراً اعتبار کر بیٹھیں اور نہ صرف اعتبار کر بیٹھیں بلکہ بہن کے گھر جا کر شہرینہ کو مورد الزام بھی ٹھہرا دیا۔

تصویر من گھڑت اور جھوٹی ثابت ہونے کے بعد وہ پشیمان ہو کر پھر شہرینہ کا ہاتھ مانگنے بہن کی دہلیز پر جا پہنچیں۔

''صارم نے تصویر کا ٹیسٹ کروا لیا ہے، وہ کیا کہتے ہیں ہاں فرانزک کروایا ہے جانے کس بدخواہ نے ہمارے بیچ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نثار میاں! میں اپنی جذباتیت پر شرمندہ ہوں۔ جو ہوا اسے بھولو، بھاؤ اور بتاؤ میں اپنے صارم کی بارات لے کر کب تمہاری دہلیز پر آؤں۔'' رافعہ بہت لجاجت بھرے انداز میں بہنوئی سے مخاطب تھیں۔

''آپا! وہ قصہ تو اسی روز ختم ہو گیا تھا اور آپ دوبارہ یہ سوال دوہرا کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔ شہرینہ اور صارم کا رشتہ ختم ہو گیا تو کیا ہوا۔ آپ دونوں بہنوں کا رشتہ تو برقرار ہے ناں اور آپ اس حوالے سے ہمیشہ میرے لیے قابل احترام رہیں گی، اس گھر کے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے لیکن

Scanned with CamScanner

اس رشتے کے علاوہ کوئی اور رشتہ پھر سے بحال نہیں ہو سکتا میری دلی معذرت قبول کیجیے۔"
نثار احمد کا انداز دوٹوک اور اٹل تھا۔ عاکفہ بھی شوہر کو منانے میں ناکام ٹھہریں۔ رافعہ کو مایوس لوٹنا پڑا تھا۔ بہن کے جانے کے بعد عاکفہ شوہر پر چڑھ دوڑی تھیں انہیں ان کی حماقت کا احساس دلانا چاہا لیکن نثار احمد اب اس معاملے میں کچھ سننے پر تیار نہ تھے۔

"تم میری بیوی ہو عاکفہ لیکن زندگی بھر تمہاری چند باتوں سے مجھے شدید اختلاف رہا ہے بلکہ صرف تم ہی نہیں بلکہ تم دونوں بہنیں ایک مخصوص ذہنیت کی مالک ہو۔ اب پتا نہیں یہ تمہارے گھر کے گھٹے ہوئے ماحول کا نتیجہ تھا یا تم لوگوں کے ذہن میں بچپن سے ہی یہ ہی باتیں بٹھائی گئیں تم بچیوں کو جینے کی آزادی ہی نہیں دینا چاہتیں۔"

آپا نے پہلے بھی بہت بار اپنی مخصوص ذہنیت کا مظاہرہ کیا اور تمہیں بھی ان کی کسی بات سے اختلاف نہ ہوا۔ صارم ایک اچھا لڑکا ہے اور اس کی ذہانت اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کے گھر اپنے کے بہت سے پہلو نظر انداز کر دیے لیکن یہ میری غلطی تھی۔ میں اپنی بیٹی کو اس تنگ ذہنیت والے فرسودہ گھر میں نہیں بیاہنا چاہتا۔ جانے زندگی کے کس موڑ پر دوبارہ کچھ اس قسم کی صورت حال درپیش ہو تو میری بیٹی تمہاری آپا کی نگاہوں میں پھر سے مشکوک گردانی جائے گی۔

اس کا اٹھایا ہر ہر قدم کڑی نگرانی کی زد میں ہو گا۔ رافعہ آپا جذباتی ہیں۔ پہلے غصے اور جذبات میں میری بیٹی کو ناکردہ گناہ کے لیے قصوروار ٹھہرایا اب غلطی مان کر دوڑی دوڑی چلی آئیں لیکن معاف کرنا تمہاری بہن اب میرا بھروسا کھو چکی ہیں اور میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو انہیں سونپنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا۔"

عاکفہ جو شوہر کے انکار کو ان کی ضد اور انا پر محمول کر رہی تھیں۔ اس مدلل اور دوٹوک جواب پر جان گئیں کہ اب دنیا کی کوئی طاقت شوہر کا جواب نہیں بدلوا سکتی پھر بھی انہوں نے آخری کوشش کے طور پر شہرینہ کے صارم کے لیے دلی جذبات کا ذکر کر کے انہیں منانا چاہا نثار احمد نے بیٹی کو بلا کر اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی رائے بھی دریافت کی۔
شہرینہ اپنے اس باپ کا بھروسا کیسے توڑتی جس نے ایسے وقت میں بیٹی کا بھروسا نہ توڑا جب سگی ماں کی آنکھوں میں بھی اس کے لیے شک کی پرچھائیاں تھیں۔

"مجھے اپنی عقل سے زیادہ آپ کی فہم و فراست پر بھروسہ ہے ابو! میری زندگی سے متعلق آپ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے دل و جان سے قبول ہے۔" اس نے ایک لمحے کا توقف کیے بنا باپ کی مرضی پر سر جھکا دیا تھا۔

عاکفہ بیٹی کی حماقت پر نالاں تھیں لیکن ان کے بس میں کچھ نہ تھا۔ صارم کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے اور شہرینہ کے بیچ جڑا یہ رشتہ اتنی آسانی سے ٹوٹ سکتا ہے۔ وہ شہرینہ سے ایک دفعہ مل کر سارا معاملہ سلجھانا چاہتا تھا لیکن بہت دن تک تو اس کا نمبر ہی بند رہا اور جب موبائل آن ہوا تب بھی وہ اس کی کوئی کال اٹینڈ کر رہی تھی نہ ہی کوئی میسج سن رہی تھی۔
عاکفہ شوہر سے ناراض تھیں اور اس ناراضی کا برملا اظہار کرتی رہتی تھیں وہ دن بھی ایسا ہی دن تھا جب میاں بیوی کی تکرار بڑھتی چلی گئی۔ شہرینہ بے بس ہو کر ماں باپ کو آپس میں الجھتا دیکھ رہی تھی۔ جب نثار احمد نے بار بار اپنی پیشانی مسلی تو وہ فکر مند ہوئی۔

"ابو! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔ چہرہ بالکل سرخ ہو رہا ہے۔" شہرینہ تشویش کے عالم میں باپ کے قریب ہوئی۔
"ہونا کیا ہے تمہاری ماں کی باتوں سے بلڈ پریشر بڑھ گیا ہوگا۔" انہوں نے کنپٹی دبائی۔
"اپنے ابو کا بی پی چیک کرو۔" عاکفہ بھی جھگڑا بھول بھال گئیں۔ شہرینہ بھاگ کر بی پی آپریٹس اٹھا

Scanned with CamScanner

لائی۔ اب نثار اپنا بایاں بازو دبانے لگے بلڈ پریشر چیک کرنے کے بعد شہرینہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔"

"اوہ میرے خدا ابو فوراً ہاسپٹل چلیں۔ بی پی شوٹ کر رہا ہے۔"

"مجھ سے ڈرائیونگ نہیں ہو پائے گی۔ دوا لے لیتا ہوں۔ ٹھیک ہو جاؤں گا۔ تم ٹینشن مت لو۔"

"ہمدانی صاحب کے گھر جا کر دیکھو ہو سکتا ہے وہ اس وقت گھر پر موجود ہوں۔ ہمیں ہاسپٹل چھوڑ آئیں گے۔" عاکفہ بھی شوہر کی حالت دیکھ کر حواس باختہ ہوئیں۔

نثار احمد نے بیٹی کو منع کرنا چاہا لیکن وہ انہیں ان سنا کرتی تیزی سے گھر سے باہر نکلی۔ پروفیسر ہمدانی ان کے پڑوسی تھے۔ بھلے مانس اور شریف النفس شخص تھے۔ نثار احمد سے ان کی اچھی سلام دعا تھی اگرچہ عاکفہ ان کے خاندان کو پسند نہ کرتی تھیں وہ انہیں حد سے زیادہ آزاد خیال لگتے تھے، کسی خاص موقع یا تہوار پر پکوانوں کے تبادلے کے علاوہ انہوں نے پڑوس میں بسنے والے خاندان سے کوئی تعلق استوار کرنے کی کوشش نہ کی تھی لیکن اس وقت انہیں ان سے ہی مدد لینے کا خیال آیا تھا صہیب ہمدانی صاحب کا منجھلا بیٹا تھا۔ شہرینہ کے گھنٹی بجانے پر دروازہ اس نے ہی کھولا۔

"ابو کا بی پی خطرناک حد تک بڑھا ہوا ہے۔ ان کے لیے ڈرائیونگ ممکن نہیں آپ لوگوں میں سے کوئی ہمیں عزیز ہاسپٹل تک ڈراپ کر سکتا ہے۔" اس نے بنا کسی تمہید کے فوراً مطلب کی بات پوچھی اس کا حواس باختہ چہرہ صورت حال کی سنگینی بتانے کو بہت تھا۔

"جی، جی بالکل میں آتا ہوں۔ موبائل اور والٹ اٹھا لاؤں امی کو بتا کر فوراً آ رہا ہوں آپ انکل کو چلنے کا کہیں۔"

صہیب نے بھی سوچنے کے لیے ایک لمحہ نہ لیا تھا۔ اسی کے ساتھ وہ نثار احمد کو لے کر قریب ترین ہاسپٹل پہنچے تھے۔ فوری طبی امداد ملنے کی وجہ سے ان کی حالت سنبھلی تھی ورنہ ڈاکٹرز کے مطابق بلڈ پریشر خطرناک حد کو چھو چکا تھا۔ اور دل کے دورے سے جان تک جانے کا خطرہ تھا۔ اللہ نے کرم کیا اور بروقت ہسپتال پہنچنے سے ان کی طبیعت سنبھل گئی۔

☆☆☆

اس بیماری کا فقط یہ فائدہ ہوا کہ عاکفہ نے شوہر سے الجھنا ترک کر دیا۔ وہ فی الوقت کوئی ایسی بات نہ کر رہی تھیں جس سے نثار احمد کی خفگی کا اندیشہ ہوا۔ گھر کی پرسکون فضا پر شہرینہ نے بھی سکون کا سانس لیا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ سکون کا یہ وقفہ عارضی ہے۔

چند دن بعد ہی ایک اور غیر متوقع صورت حال نے دل و دماغ میں ہلچل مچا دی۔ پروفیسر ہمدانی اپنی بیگم کو ساتھ لیے صہیب کے لیے اس کا رشتہ مانگنے گھر پہنچ گئے۔ جب نثار احمد نے صارم سے اس کا رشتہ توڑا تھا تو اس نے صارم کے لیے اپنے دلی جذبات پس پشت ڈالتے ہوئے فقط اچھی بیٹی بننے کا ثبوت دیا تھا۔

صارم کے لیے اس کے دل میں لاکھ خفگی سہی لیکن یہ بھی سچ تھا کہ آج بھی اس کا دل صارم کے لیے ہی دھڑکتا تھا ابھی تو اپنا اور اس کا رشتہ ختم ہونے پر اس نے کبوتر کی طرح آنکھیں موند لی تھیں شاید دل کے نہاں گوشوں میں اب بھی سب کچھ ٹھیک ہو جانے کی امید زندہ تھی۔

یہ تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اسی دوران کوئی اور اس کا طلب گار بن کر سامنے آ جائے گا۔ پروفیسر ہمدانی اور ان کی بیگم بہت مان اور محبت سے اس کا ہاتھ مانگنے آئے تھے اور پریشان کن چیز یہ تھی کہ نثار احمد اس پروپوزل پر سنجیدگی سے غور کر رہے تھے جبکہ عاکفہ کو یہ گھرانا کبھی بھی پسند نہیں آیا تھا اور اب بھی وہ اپنی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کر رہی تھیں۔

"جس چیز کو آپ ناگوار انداز میں آزاد خیالی قرار دے رہی ہیں عاکفہ بیگم وہ ان کی روشن خیالی

ہے۔ انتہائی مہذب، سلجھے ہوئے اور پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ آپ چونکہ خود اتنی تعلیم یافتہ نہیں تو آپ کے احساس مرعوبیت نے کبھی آپ کو ان لوگوں سے کھلنے ملنے نہیں دیا حالانکہ وہ برسوں سے ہمارے ہمسائے ہیں۔ بہرحال مجھے وہ لوگ بہت پسند ہیں اور میں بہت جلد انہیں مثبت جواب دینے والا ہوں۔"

"آپ بلاوجہ ضد پر اتر آئے ہیں شہرینہ صارم کے علاوہ کسی کے ساتھ خوش نہیں رہ پائے گی۔" عاکفہ اب شوہر سے الجھنے سے گریز کرتی تھیں، اب بھی بہت لجاجت بھرے انداز میں انہیں باور کروانا چاہا تھا۔

"میں نے شہرینہ کی مرضی پوچھ کر ہی صارم سے اس کا رشتہ ختم کیا تھا اور اب صہیب سے رشتہ جوڑنے سے پہلے بھی یقیناً اس کی مرضی پوچھوں گا آپ فکر مت کریں۔" وہ بیوی سے مخاطب ہوئے۔

شہرینہ عجیب دوراہے پر آن کھڑی ہوئی، ابھی تو دل نے صارم سے جدائی کا فیصلہ ہی قبول نہیں کیا تھا، اتنی جلدی دل کسی اور کو سند قبولیت کیسے بخش سکتا تھا۔ شاید عاکفہ کا رابطہ اب بھی بہن سے بحال تھا۔

یہ خبر صارم تک بھی پہنچ گئی تھی جب ہی بے قرار ہو کر میسج پر میسج بھیجے جا رہا تھا۔ شہرینہ بے بس تھی، صارم نے یقیناً اس کا اعتبار بری طرح توڑا تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ صارم اس پر بھروسا کرے گا لیکن صارم کو اس پر اعتبار کرنے کے لیے اس جھوٹی تصویر کا فرانزک کروانا پڑا تھا۔ اس کے اس فعل سے اس کی روح تک چھلنی ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اب بھی اس کے دل کا مکین تھا کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کا تصور ہی سوہان روح تھا۔ عاکفہ اسے بار بار اکساتی تھیں کہ وہ باپ کے سامنے اپنی رائے کا دوٹوک اظہار کر دے۔

"میں نے اپنی زندگی سے متعلق ہر طرح کے فیصلے کا اختیار ابو کو دے دیا تھا امی! اب میں اپنے الفاظ سے پھر نہیں سکتی۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"ٹھیک ہے تو پھر باپ کا فیصلہ خوش دلی سے قبول بھی کرو۔ صہیب اچھا لڑکا ہے، خوش شکل ہے۔ کتنا پڑھا لکھا اور اتنی اچھی نوکری کر رہا ہے۔ صارم کو ماضی سمجھ کر بھول جاؤ۔"

عاکفہ بھی حقیقت قبول کر کے بیٹی کو نئی صورت حال سے سمجھوتے کا درس دے رہی تھیں۔ جان گئی تھیں شوہر کا فیصلہ اٹل ہے وہ کسی قیمت پر صارم سے رشتہ نہیں جوڑیں گے ایسے میں صہیب کا رشتہ ٹھکرانا دانش مندی نہیں تھی۔ پڑوس میں بسنے والوں سے نظریاتی اختلاف کے علاوہ ان میں کوئی خاص برائی نہ تھی۔ شوہر کے بقول وہ پڑھے لکھے اور شریف النفس لوگ تھے تو عاکفہ نے بھی اس رشتے پر دل کو جیسے تیسے کر کے منا ہی لیا۔ شہرینہ کا دل البتہ اس سے تعاون کو تیار نہ تھا لیکن وہ کوشش کر رہی تھی کہ دل کا حال ماں، باپ پر عیاں نہ ہو۔ حالانکہ صہیب میں واقعی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ یونیورسٹی میں اس سے سینئر تھا۔ ذہین اور قابل لڑکا جس کی قابلیت کی پوری یونیورسٹی میں دھوم تھی لیکن سب کچھ جس برق رفتاری سے طے پا رہا تھا اس کا دماغ بالکل سن سا ہو گیا تھا۔

عاکفہ نے تو بیٹی کی شادی کی تیاری پہلے ہی مکمل کر رکھی تھی اس لیے جب پروفیسر صاحب وغیرہ نے شادی جلد کرنے کا عندیہ دیا تو نثار احمد نے ان کا مطالبہ خوش دلی سے مان لیا۔ شہرینہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھی لیکن کچھ کرنے سے قاصر تھی۔

"شادی پر رانیہ آپا کو مدعو کرنا چاہو تو مجھے قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔ وہ تمہاری بڑی بہن ہیں اور یہ رشتہ ٹوٹنے والا نہیں۔"

نثار احمد کے کہنے پر رافعہ نے شکوہ کناں نگاہوں سے شوہر کو دیکھا مگر کچھ کہنے سے گریز کیا۔ کچھ کہنے کا اب فائدہ بھی کیا تھا۔ انہوں نے شادی کارڈ جا کر دینے کے بجائے واٹس ایپ کر دیا تھا۔ شہرینہ نے صارم کا نمبر بلاک کر دیا۔ دل پر بھلے سے اختیار نہ تھا لیکن وہ نئی زندگی کی شروعات دیانت داری سے کرنا

digest-library.com
Scanned with CamScanner

چاہتی تھی۔

☆☆☆

شادی کے دن قریب آ گئے۔ دودھیالی رشتہ داروں میں ایک پھوپھو اور چاچو تھے اور وہ فیملی سمیت شادی میں شرکت کرنے پہنچ گئے تھے۔ گھر میں رونق اور گہما گہمی تھی عاکفہ بھی سب کچھ بھلائے ذوق و شوق سے شادی کی تقریب کو یادگار بنانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ مایوں کی رسم گھر پر ہی ہوئی لیکن عاکفہ نے اکلوتی بیٹی کی شادی کے حوالے سے دل میں چھپے سب ہی ارمان پورے کیے۔

ان کی ساری خاندانی روایتی رسمیں پوری کی جا رہی تھیں۔ سب بھرپور انجوائے کر رہے تھے، فقط شہرینہ تھی جس کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گویا پاتال میں گرتا جا رہا تھا۔

مہندی کی تقریب سے پہلے نکاح کا پروگرام طے پایا تھا لیکن پڑوس میں اب تک کسی قسم کی گہما گہمی کے کوئی آثار نہ تھے پھوپھو نے اس بارے میں اپنی حیرت کا برملا اظہار کیا تھا۔

"پڑھی لکھی فیملی ہے۔ بہت مجبور اور سوبر لوگ ہیں، تمہاری طرح ڈھول ڈھمکے کرنے والے نہیں۔ تم لوگوں نے تو چار دنوں سے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے چھوٹی۔" نثار احمد نے بہن کو مسکرا کر چھیڑا۔

"تو بھیا! وہ پڑھے لکھے ہیں تو ہم بھی کوئی جاہل تو نہیں لیکن خوشی کے موقعہ پر کچھ ہلا گلا تو بنتا ہے۔ پڑوس میں تو سناٹا چھایا ہوا ہے، لگ ہی نہیں رہا کہ اس گھر کے لڑکے کی شادی ہے۔" لائبہ پھوپھو نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

اور یہ حیرت بے سبب نہ تھی۔ عصر کے وقت پروفیسر صاحب اور ان کی بیگم، نثار احمد اور عاکفہ سے ملنے آئے۔ ان کے شرمندہ چہروں اور جھکے ہوئے کندھوں سے نثار اور عاکفہ کو کسی انہونی کا احساس ہونے لگا۔

"خیریت تو ہے پروفیسر صاحب! آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔" نثار احمد نے متوحش ہو کر پوچھا۔ ہمدانی صاحب کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے دونوں میاں بیوی نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"بتایئے تو سہی، کیا معاملہ ہے بھابھی آپ لوگوں کی شکلیں دیکھ کر میرا دل ہول رہا ہے۔" عاکفہ نے پریشان ہو کر بیگم ہمدانی کو مخاطب کیا۔

"صہیب دو دن سے گھر سے غائب ہے۔" بیگم ہمدانی نے کانپتے ہوئے لہجے میں اطلاع دی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں، کہاں چلا گیا خدانخواستہ کوئی حادثہ وغیرہ تو پیش نہیں آیا۔" نثار احمد کی سوچ کی پرواز یہیں تک جا سکی۔

"نہیں، اس کے ساتھ تو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ خیریت سے ہے وہ لیکن اس نے ہمیں ضرور جیتے جی مار ڈالا ہے۔ کل پورا دن تو اس نے اپنا موبائل بند رکھا ہم پاگلوں کی طرح اسے ڈھونڈتے رہے اور آج اس نے خود رابطہ کر کے یہ اطلاع دی کہ وہ اس شادی کے لیے تیار نہیں اور شادی کا وقت گزرنے تک خود کو روپوش رکھے گا۔" ہمدانی صاحب نے جھکی ہوئی نگاہوں سے آگاہ کیا۔

"اوہ میرے اللہ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ کل شادی ہے۔ ہم دنیا والوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اپنے بیٹے سے پوچھا نہیں کہ اس حرکت کا مقصد کیا ہے۔ جب شادی کے لیے راضی نہیں تھا تو اس رشتے پر ہامی کیوں بھری بلکہ یہ سوال تو ہمیں آپ سے پوچھنا چاہیے آپ لوگوں نے رشتہ طے کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے کیوں نہیں پوچھا۔" عاکفہ تو ان لوگوں پر چڑھ دوڑی تھیں۔

"آپ قطعاً غلط سمجھ رہی ہیں بھابھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے یہ رشتہ صہیب کے کہنے پر ہی مانگا تھا۔ ہمیں تو خود سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یکا یک یہ کیا ہو گیا۔ شادی کے تمام انتظامات اسی کے سپرد تھے۔ مہمانوں کا تخمینہ، میرج ہال کا انتخاب، کھانے کا مینیو وہ تو دو دن پہلے تک ان ہی سب چیزوں میں الجھا ہوا تھا پھر

Scanned with CamScanner

اچانک اس نے شادی سے ہی انکار کر دیا یہ حقیقت تو ابھی بھی سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"صہیب سے میری بات کروائیں، میں پوچھتا ہوں اس سے۔ ہو سکتا ہے اسے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔" نثار احمد دھیرے سے گویا ہوئے۔ عاکفہ نے چونک کر شوہر کو دیکھا۔ ان کے سوا شاید کوئی بھی نثار احمد کی بات نہ سمجھ سکا تھا۔

"کیسی غلط فہمی نثار صاحب! اچھی بات تو یہ ہے کہ صہیب نے ہمیں آپ لوگوں سے نظر ملانے کے قابل تک نہیں چھوڑا۔ آج آپ کے پاس آنے سے پہلے تک ہم اس سے رابطے کی سر توڑ کوشش کرتے رہے۔ اب مایوس ہو کر یہاں آئے ہیں۔ ظاہر ہے آپ لوگوں سے یہ حقیقت کب تک چھپاتے۔ ہمارے بس میں آپ لوگوں سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے کے سوا کوئی راستہ بچا ہی نہیں۔" ہمدانی صاحب کی شرمندگی کا کوئی انت ہی نہیں تھا۔ عاکفہ اور نثار احمد خاموشی اور بے بسی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"اگر آج رات تک آپ لوگوں کا صہیب سے رابطہ ہو جائے تو اس سے کہیے گا فقط ایک بار مجھ سے بات کر لے ہو سکتا ہے، وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہو۔" نثار احمد نے دھیمے لہجے میں کہا۔ سامنے بیٹھے میاں بیوی یقیناً ان کی بات نہ سمجھ پائے تھے۔ وہ بے تحاشا معذرت کا اظہار کر کے اسی شرمندہ سے انداز میں واپس چلے گئے تھے۔

"کیا آپ بھی وہ ہی سوچ رہے ہیں جو میں سوچ رہی ہوں۔"

ان کے جانے کے بعد عاکفہ نے روہانسے انداز میں شوہر کو مخاطب کیا۔ نثار احمد نے گہری سانس اندر کھینچی۔

"یقیناً اسی نامعلوم شخص نے وہ جھوٹی تصویر صہیب کو بھی بھیج دی ہو گی۔ جانے کون میری بچی کی خوشیوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔" عاکفہ پھپھک پھپھک کر رو پڑی تھیں۔

"اسی دن سے ڈرتی تھی میں نثار احمد! میری بہن تو اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے شہرینہ کی معصومیت کا اقرار کرنے کے بعد دوبارہ آپ کی دہلیز پر شہرینہ کی طلب گار بن کر آئی تھی۔ آپ کی ضد اور ہٹ دھرمی نے یہ دن دکھایا ہے۔ کتنی معافی مانگی تھی آپا نے آپ سے لیکن آپ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اگر صارم اور شہرینہ کا رشتہ جڑ جاتا تو وہ نامعلوم بدخواہ شخص دوبارہ اپنے مذموم ارادے میں کامیاب ہی کیوں ہوتا۔ اب یہاں سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد شہرینہ کا کسی اچھی جگہ سے رشتہ آنا ہی ناممکن ہے۔ شادی سے ایک دن پہلے دولہا غائب ہو جائے تو دنیا والوں کی زبانیں کون پکڑے گا۔"

عاکفہ رو رو کر بے حال ہوئے جا رہی تھیں۔

"حوصلہ کرو عاکفہ۔" وہ دھیرے سے بولے۔

"کیسے کروں حوصلہ میری بیٹی کی نسبت دوسری بار ٹوٹی ہے۔ پہلی بار کی تو خیر تھی لیکن اب تو شادی کارڈ بٹ چکے ہیں۔ کس کس کو شادی ملتوی ہونے کی اطلاع دیں گے۔" عاکفہ کے سوالوں کا نثار احمد کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"اور بالفرض ہم کسی اور جگہ اپنی بیٹی کا رشتہ کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو کیا گارنٹی ہے کہ یہ سب کچھ پھر نہ دہرایا جائے گا۔ ہائے میری معصوم بچی، جانے کیا لکھا ہے اس کے مقدر میں ابھی کچھ دیر بعد مہندی کے فنکشن میں مہمان آنا شروع ہو جائیں گے ہم کیا جواب دیں گے لوگوں کو۔" سوچ سوچ کر ان کے رونے کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"اچھا سب کچھ اللہ پر چھوڑ دو۔ ہو سکتا ہے صہیب سے رابطہ ممکن ہو جائے۔ میں اسے خود سمجھاؤں گا۔ بات کروں گا اس سے۔" نثار احمد نے محض بیوی کو تسلی دینے کے لیے امید افزا بات کی۔ یہ تسلی برائے تسلی ہی تھی۔ وقت گزرتا جا رہا تھا لیکن صہیب سے رابطہ ممکن نہ ہو رہا تھا۔ رات بارہ بجے انہوں نے آخری بار ہمدانی صاحب کو فون کر کے

صہیب کے بارے میں پوچھا تھا۔

''اب اگر آپ کا بیٹا مل بھی جائے تو میری طرف سے انکار ہے پروفیسر صاحب! میں اس سے زیادہ ذہنی اذیت برداشت نہیں کر سکتا۔'' انہوں نے کپکپاتے لبوں سے کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ بات جو چند گھنٹے پہلے صرف دونوں میاں بیوی کے درمیان تھی اب گھر میں موجود ہر شخص معاملے سے آگاہ ہو چکا تھا۔

باہر کے مہمانوں کو تو لائبہ نے بھاوج کی طبیعت خرابی کا کہہ کر رخصت کر دیا تھا، کچھ قریبی عزیز اب بھی گھر میں موجود تھے۔ ابرار (چچا) اور لائبہ (پھوپھو) بھائی بھاوج کو ہر ممکن تسلی دلاسا دے رہے تھے دونوں کا دم غنیمت تھا ورنہ عاکفہ اور نثار ٹینشن میں ایک دوسرے سے ہی جھگڑ پڑتے۔ جیسے تیسے کر کے رات کٹ گئی۔

☆☆☆

آنے والے دن کے تصور سے ہی دونوں میاں بیوی کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ شادی کی تقریب کس طرح ملتوی کی جائے۔ نثار احمد کپکپاتے ہاتھوں سے مہمانوں کی فہرست نکال بیٹھے تھے اسی فہرست کے مطابق دور و نزدیک کے سب جاننے والوں میں کارڈ تقسیم کیے گئے تھے اور اب فرداً فرداً سب سے رابطہ کر کے شادی ملتوی ہونے کی خبر دینا تھی۔ ایسے میں رافعہ اور تنویر صاحب رحمت کا فرشتہ بن کر آئے۔

شادی میں بلاوے کے باوجود اس گھرانے میں سے کسی نے شادی سے قبل ہونے والی مہندی، اور مایوں وغیرہ کی تقریب میں شرکت نہ کی تھی گمان غالب تھا کہ وہ لوگ شادی میں بھی نہیں آئیں گے لیکن جانے کیسے ان تک شادی ملتوی ہونے کی خبر پہنچ گئی تھی۔ صبح سویرے دونوں میاں بیوی ایک بار پھر شہرینہ کے سوالی بن کر آئے تھے۔ عاکفہ پر تو شادی، مرگ طاری ہو گئی۔ وہ جذباتی انداز میں بہن سے لپٹ گئی تھیں۔ نثار احمد کے پاس بھی آج انکار کا کوئی جواز نہ بچا تھا۔

''ہمارے درمیان جو ہوا، اسے بھول جاؤ نثار۔ ہم آج بھی اسی مان اور محبت سے شہرینہ کے طلب گار بن کر آئے ہیں جیسے برسوں پہلے آئے تھے اور تم نے ہنسی خوشی شہرینہ کو میری جھولی میں ڈالا تھا۔ آج بھی کوئی ملال دل میں لائے بغیر اسی خوش دلی سے ہاں کرو۔ شاید رب کو ہمارے بچوں کا ملاپ اسی طرح منظور تھا۔ خدا کے لیے اب کوئی رکاوٹ نہ ڈالنا۔''

''آپا! میں تو آپ کے احسان تلے دب گیا ہوں۔ انکار کر کے کفرانِ نعمت کیوں کرنے لگا۔ آپ نے آج ہماری عزت بچائی ہے، آپ کا یہ احسان تو میں مرتے دم تک نہیں بھول سکتا۔'' وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولے۔

''آج تو خوشی کا دن ہے۔ ٹوٹے ہوئے رشتے پھر سے جڑ گئے تو آپ لوگ یہ رونا دھونا بند کریں۔ میں سب کا منہ میٹھا کرواتی ہوں۔''

لائبہ پھوپھو خوشی سے چہکی تھیں۔ سب لوگ جیسے پھر سے جی اٹھے تھے۔ گھر میں شادی کے ہنگامے پھر سے جاگ اٹھے۔ اپنی زندگی میں ہونے والی اتنی برق رفتار تبدیلیوں پر شہرینہ کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ اس نے تھک ہار کر خود کو قسمت کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

☆☆☆

یہاں سے تو شادی کی تیاریاں مکمل تھیں۔ لیکن رافعہ خالہ کو اچانک بارات لانی پڑ رہی تھی پھر بھی ان لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ انہوں نے اتنے شارٹ نوٹس کے باوجود اپنے دل کے سب ارمان پورے کیے تھے۔ بارات نہایت دھوم دھام سے آئی تھی۔

''تمہاری زندگی میں یکے بعد دیگرے جو اتنے سارے ڈرامائی موڑ آئے ہیں، ان پر تو واقعی ایک ڈرامہ بن سکتا ہے یار۔'' سدرہ اس کی بہترین سہیلی ہونے کے ساتھ ہمراز اور غمگسار بھی تھی اس وقت برائیڈل روم میں وہ ہی اس کے پاس موجود تھی اور مسکراتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

"میرے دل و دماغ تو سن ہو گئے ہیں، سچ پوچھو تو میرے سوچنے سمجھنے کی سب صلاحیتیں فی الحال مفلوج ہیں۔ بس خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔" شہرینہ نے بے بس سے انداز میں مسکراتے ہوئے سہیلی کو اپنی دلی کیفیت سے آگاہ کیا اسی لمحے ان دوستوں کی تکون کی تیسری رکن انعم بھی پہنچ گئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے شہرینہ۔ سنا ہے دولہا بدل گیا ہے۔ سچ میں تمہاری شادی صارم بھائی سے ہی ہو رہی ہے۔" وہ جوش اور مسرت سے سہیلی کے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھ رہی تھی شہرینہ نے دھیرے سے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرا دل پہلے ہی کچھ اس قسم کے سگنل دے رہا تھا۔ پانچ چھ دن پہلے ہم سعدی بھائی کے ساتھ کافی پینے گئے تھے صارم بھائی کو صہیب کے ساتھ بیٹھا دیکھا تھا۔ میں حیران تو ہوئی۔ سوچا تمہیں فون کر کے بتاؤں پھر سوچا تم اتنی مشکل سے تو سنبھلی ہو دوبارہ ڈسٹرب ہو جاؤ گی۔ مجھے لگتا ہے صارم بھائی نے صہیب کے سامنے اپنی محبت کا مقدمہ رکھا ہو گا اور دیکھا وہ جیت گئے۔" انعم پورے جوش و خروش سے بتا رہی تھی لیکن شہرینہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

صارم اس کی سہیلیوں کے لیے ہرگز اجنبی نہ تھا۔ وہ بہت بار اسے تصویروں میں دیکھ چکی تھیں اور صہیب تو تھا ہی ان کا یونیورسٹی فیلو اگر انعم کہہ رہی تھی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا ہے تو وہ غلط نہیں کہہ رہی ہوگی لیکن ان دونوں کو دیکھ کر اس نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ درست نہ تھا۔

صہیب کی روپوشی کے بعد اس کے ماں اور باپ دونوں کا خیال تھا کہ اسی نامعلوم بدخواہ نے صہیب تک بھی وہ فوٹوشاپ تصویر پہنچا دی ہے اور صہیب بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے۔ جس غلط فہمی کا شکار رافعہ خالہ ہوئی تھیں شہرینہ نے اس بارے میں بہت سوچا تھا اور اسے ماں باپ کی بات میں وزن لگا تھا، ظاہر ہے اس کے سوا۔ کیا وجہ ہو سکتی تھی کہ صہیب نے عین وقت پر شادی سے انکار کر دیا۔ لیکن جو سوچ اسے اب بھی ہلکان کیے رکھتی تھی، وہ یہ تھی کہ آخر دنیا میں کون شخص ایسا ہے جو اس کی دشمنی میں ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اترا ہوا ہے۔

وہ بار بار اپنے یونیورسٹی فیلوز کے بارے میں سوچتی کبھی کسی نے اس کے ساتھ بلاوجہ بے تکلفی برتنے کی کوشش کی ہو یا کسی کی غلط حرکت کے نتیجے میں شہرینہ نے درشتی سے جھڑکا ہو۔ کسی کی جانب سے التفات بھرا کوئی فقرہ سننے کو ملا ہو یا شہرینہ نے اپنی جانب کسی کے بڑھتے قدموں کو روکا ہو۔ وہ بار بار اپنی یادداشت کھنگالتی لیکن ایسا کوئی واقعہ ذہن کے پردے پر نہ لہراتا۔

digest.library.com

تھک ہار کر اس نے اس بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ صہیب سے شادی طے ہونے کے بعد گھر میں یہ باب بھی بند ہو گیا تھا لیکن جب صہیب کی طرف سے انکار سننے کو ملا تو عائفہ نے پھر سے جھولیاں اٹھا اٹھا کر اسی نامعلوم بدخواہ کو بددعائیں دینا شروع کر دی تھیں۔ وہ ظالم شخص جو دوسری بار ان کی بیٹی کی خوشیوں کی راہ کے آڑے آیا تھا۔ رافعہ خالہ کو تصویر بھیجنے والے کے بارے میں تو شہرینہ اب بھی لاعلم تھی لیکن دوسری بار یہ حرکت پہلے والے بدخواہ نے نہ کی تھی اور اس حقیقت کا ادراک ہونے کے بعد شہرینہ کا دھاڑیں مار مار کر رونے کو جی چاہ رہا تھا وہ صارم کی جانب سے اس گھٹیا حرکت کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی لیکن اپنی سہیلی کا آنکھوں دیکھا وہ کیسے جھٹلاتی۔

پہلے کتنے عرصے تک صارم اس کی منت سماجت پر اترا کرتا رہا تھا لیکن شہرینہ کی جانب سے کوئی رسپانس نہ ملنے پر وہ کتنی گری ہوئی حرکت کر بیٹھا اللہ جانے اس نے صہیب کو تصویر بھی دکھائی تھی یا صرف اپنی محبت کی داستان سنا کر ہی اس رشتے سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہو گا۔ جس چیز کو اس کی نادان سہیلی صارم کی محبت کی جیت قرار دے رہی تھی شہرینہ کو اس وقت اس محبت سے بھی گھن آ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

جب پروفیسر صاحب اپنے بیٹے کا انکار پہنچا کر رخصت ہوئے تھے تو اس لمحے مانو شہرینہ کے ماں باپ کھڑے کھڑے مر گئے تھے۔ یہ ذلت برداشت کرنا آسان کام تھوڑی تھا۔ شہرینہ بار بار اپنے باپ کا چہرہ دیکھتی تھی۔ وہ ہائپر ٹینشن کے مریض تھے، یہ خبر سہار بھی پائیں گے یا نہیں۔ یہ سوچ کر شہرینہ کا اپنا دل پاتال میں گرتا جا رہا تھا پھر جب رافعہ خالہ صارم کا رشتہ لائیں تو کس عاجزی اور لجاجت بھرے انداز میں اس کا باپ ان کے سامنے شکر گزاری کا اظہار کر رہا تھا۔

شہرینہ خود کو بھی رافعہ خالہ کے احسان تلے دبا محسوس کر رہی تھی۔ صارم کو دوبارہ پانے کی خوشی تو کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی لیکن اب جب کہ صارم کی اصلیت ہی سامنے آ گئی تو محبت تو دور کی بات وہ صارم کو اپنی نفرت کے قابل بھی نہ سمجھ رہی تھی ستم ظریفی یہ تھی کہ وہ صارم کا حقیقی چہرہ کسی کو دکھا بھی نہ سکتی تھی۔

کسی روبوٹ کی مانند اس نے نکاح نامے پر دستخط کیے تھے۔ خالہ نے اسے سینے سے چمٹایا تو اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکلے۔ اس لمحے ان سے ہر شکوہ دم توڑ گیا۔ کم از کم ان کی محبت میں تو کوئی کھوٹ نہ تھا۔ انشی اور حفصہ آپی اس کے واری صدقے جا رہی تھیں۔ وہ سب بے تحاشا خوش تھے اور خوش تو اس کے پہلو میں بیٹھا شخص بھی بہت تھا۔ اس کی جگمگاتی آنکھیں اور خوشی سے کھنکتا لہجہ اس کی خوشی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔

رخصتی سے نثار احمد ایک بار پھر شکر گزاری کے جذبات سے مغلوب ہو کر سالی کے احسان مند ہوئے جا رہے تھے۔

"آپا ماضی میں کی گئی میری بات کے حوالے سے میری بیٹی کو کوئی طعنہ مت دیجیے گا۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں رافعہ سے مخاطب تھے۔

"ہر خدشے کو ذہن سے جھٹک دیں نثار بھائی۔ شہرینہ ہم سب کو کتنی عزیز ہے، آپ اس کا اندازہ لگا ہی نہیں سکتے۔ رافعہ کو چھوڑیں۔ میں گارنٹی دیتا ہوں کہ کبھی آپ کو اپنے اس فیصلے پر کوئی پچھتاوا نہ ہوگا۔" تنویر خالو نے انہیں یقین دلایا۔ رافعہ نے شوہر کی ہاں میں ہاں ملائی۔ نثار احمد اور عائفہ دونوں پر سکون ہو گئے تھے لیکن شہرینہ کا سکون غارت ہو چکا تھا۔

خالہ کا گھر اس کے لیے ہرگز اجنبی نہیں تھا لیکن آج وہاں قدم رکھا تو لگا جیسے کسی پرائی سرزمین پر آ گئی ہے۔ انشی اور حفصہ آپی کے جوش و خروش کا الگ ہی عالم تھا۔ وہ مختلف رسمیں کر رہی تھیں۔ سات سمندر پار بیٹھی آمنہ آپی بھی ہر رسم میں آن لائن شریک تھیں۔

"بس کر دیں آپی! تھک گیا ہوں یار۔" صارم بار بار دہائی دے رہا تھا۔ بہنیں اسے شوخی سے چھیڑ رہی تھیں آخر رافعہ کو ہی اس پر ترس آیا۔

"صارم کو بھلے سے پکڑے رکھو جو نیگ لینا ہے لو لیکن اب میری بچی کو مزید مت تھکاؤ۔ اسے اس کے کمرے میں لے جاؤ۔"

رافعہ خالہ کے کہنے پر دونوں آپیاں اسے اس کے سجے سجائے بیڈ روم میں لے آئی تھیں۔ صارم کی جان خلاصی کچھ دیر بعد ہوئی تھی اور جب صارم کمرے میں آیا تو وہ سارا زیور اتارنے کے بعد میک اپ صاف کرنے کے مرحلے میں تھی۔

"یہ فاؤل۔ ہے یار! ابھی تو میں نے تمہیں جی بھر کر دیکھا بھی نہیں ہے" وہ دبے دبے انداز میں چیخ ہی تو پڑا تھا۔ شہرینہ نے تیکھی نگاہ اس پر ڈالی۔

"وہ ہی شکل ہے جو تم سالوں سے دیکھتے آئے ہو، اس میں نیا کیا ہے۔" وہ لہجے کی تلخی پر قابو نہ رکھ پائی تھی۔ اس انداز پر صارم ٹھٹکا تھا۔

"ہاں شکل تو وہ ہی ہے پر رشتہ تو نیا ہے ناں۔ آج تم مسز صارم کی حیثیت سے مسٹر صارم کے بیڈ روم میں موجود ہو۔" اگلے ہی پل وہ اس کا انداز نظر انداز کرتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں گویا ہوا۔

"میری بد قسمتی۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی۔

Scanned with CamScanner

''کیا کہا تم نے۔'' صارم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

''کچھ نہیں کہا لیکن اب کہہ رہی ہوں کہ میں بری طرح تھکی ہوئی ہوں۔ سر بھی درد سے پھٹ رہا ہے۔ سونا چاہتی ہوں۔'' اس نے صارم سے نگاہیں ملائے بنا سپاٹ سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

''کیا ہو گیا ہے شہرینہ! اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو۔ آج کی شب میں تو خود کو روئے زمین کا خوش قسمت ترین شخص قرار دے رہا ہوں۔ یہ میرے جذبوں کی صداقت تھی کہ آج تم میری بن کر میرے سامنے موجود ہو۔'' وہ بے خود ہو رہا تھا۔

''صرف جذبوں کی صداقت نہیں صارم! اس سب میں تمہاری صلاحیتوں کا بھی بھرپور عمل دخل ہے وہ پوشیدہ صلاحیتیں جو میں کبھی بھانپ ہی نہ پائی۔'' اس نے مزید طنز کیا۔

''کیا کہنا چاہ رہی ہو تم۔'' اس بار وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

''کہا تو ہے سر میں درد ہے، سونا چاہتی ہوں۔'' وہ قدرے چڑ کر بولی۔ صارم کچھ لمحوں تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

''اگر تمہیں کوئی بات ڈسٹرب کر رہی ہے تو تم مجھ سے ڈسکس کر سکتی ہو۔'' اس نے صلح جو انداز اپنایا۔

''فی الوقت تو میں سب سے زیادہ تمہاری موجودگی سے ہی ڈسٹرب ہو رہی ہوں۔'' وہ تڑخ کر بولی تھی۔

''مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم اس شادی سے خوش نہیں۔'' وہ لب بھینچ کر بولا۔

''تمہاری ذہانت کی میں ہمیشہ سے ہی قائل رہی ہوں صارم! تمہیں جو لگ رہا ہے بالکل ٹھیک لگ رہا ہے۔ آج جس وقت میں نے نکاح نامے پر دستخط کیے تو میں خود کو دنیا کی مجبور ترین لڑکی گردان رہی تھی میرے بس میں ہوتا تو میں یہ کبھی نہ کرتی لیکن ہم لڑکیاں بہت مجبور ہوتی ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی کسی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ کا کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے۔'' اس کا لہجہ مزید تلخ ہو گیا تھا۔

''تم نے میری غلطی کی ابھی تک معاف نہیں کی۔ میں تمہیں کیسے یقین دلاؤں کہ جب تصویر والا واقعہ پیش آیا تھا۔ میں اسلام آباد میں بیٹھا بہت اہم میٹنگ اٹینڈ کر رہا تھا۔ میں تمہاری بات کا سیاق و سباق سمجھ ہی نہ پا رہا تھا۔ خدا کی قسم مجھے تمہاری گفتگو کا ایک بھی لفظ پلے نہیں پڑ رہا تھا۔ پھر بعد میں میں تمہیں فون ملاتا رہا تمہارا فون مستقل بند تھا۔ اہم آپی نے فون کر کے مجھے سارا ماجرا بتایا تھا، میں فوراً اسلام آباد سے واپس آیا۔

ایک لمحے کے لیے بھی میں نے تمہارے کردار پر کوئی شک نہیں کیا تھا۔ تمہیں اپنے ساتھ کا کیسے یقین دلاتا تمہارا فون ہی بند تھا۔'' صارم اس کی ناراضی کو ماضی میں ہوئے واقعے سے جوڑ رہا تھا جب ہی اس کی بدگمانی دور کرنے کے لیے وضاحت دینے لگا لیکن شہرینہ کو اس وضاحت سے کوئی سروکار نہ تھا۔

''صارم میری مجبوری ہے کہ میں اس بیڈ روم سے باہر نہیں جا سکتی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ تمہاری موجودگی بھی میری برداشت سے باہر ہے۔ ظاہر ہے تم بھی کمرہ چھوڑ کر باہر نہیں جا سکتے۔ فقط یہ احسان کرو گے کہ اس وقت خاموش ہو جاؤ۔'' وہ بیزاری سے بولی تھی۔ صارم چند لمحوں کے لیے کچھ نہ بول پایا۔

''میری موجودگی تمہاری برداشت سے باہر ہے؟'' کچھ توقف کے بعد بے یقینی سے لہجے میں استفسار کیا۔

شہرینہ کا دل دھڑکا۔ جانے اس بیزاری کے اظہار پر صارم کی برداشت ہی جواب نہ دے جائے وہ اب اس کا شوہر تھا، اس کے جسم و جاں کا مالک۔ طیش میں آ کر جانے اس سے کیسا سلوک کرے پھر بھی وہ دھڑکتے دل کو قابو کرتی بظاہر سپاٹ چہرہ لیے خاموش رہی۔

''میری موجودگی سے ڈسٹرب ہونے کی ضرورت نہیں۔ سمجھو، میں یہاں موجود ہی نہیں۔ ڈریسنگ ٹیبل کی پہلی دراز میں تمہیں کوئی نہ کوئی پین کلر

Scanned with CamScanner

ضرور مل جائے گی۔ دوا لو اور سو جاؤ۔ بھول جاؤ کہ صارم نامی شخص اس کمرے میں یا تمہاری زندگی میں موجود ہے۔" وہ بھی اب مزید وضاحت یا صفائی دینے کے موڈ میں نہ تھا۔

شہرینہ نے اس کی بات پر کوئی ردعمل نہ دیا تھا۔ وہ رات یوں ہی اجنبی بن کر گزاری گئی تھی۔

اگلے دن گھر والوں کے سامنے وہی ہنستا مسکراتا صارم تھا اور نئی دولہن کو تو ویسے ہی خاموشی سے سر جھکائے بیٹھنا ہوتا ہے سو کوئی بھی ان کے بیچ چھائی سرد مہری محسوس نہ کر پایا تھا۔

خالہ، خالو اور آپیاں سب انہیں ہنستا مسکراتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ یہ ہی حال میکے میں نثار احمد اور عاکفہ کا تھا۔ دونوں کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر ان کے چہرے پر جو اطمینان اترتا تو شہرینہ کو خوش ہونے کا ناٹک کرنا مہنگا سودا نہ لگتا تھا۔

☆☆☆

شادی ہوئے پانچ سات دن گزر چکے تھے جب رات کھانے کی میز پر صارم نے اسے مخاطب کیا۔

"شہرینہ یار! میری پیکنگ مکمل کر دینا۔ کل صبح سویرے ہی نکلنا پڑے گا مجھے۔" اس نے روٹین کے انداز میں اسے پکارا تھا۔

شہرینہ کو ہرگز اندازہ نہ تھا کہ وہ کس قسم کی پیکنگ مکمل کرنے کا کہہ رہا ہے اور صبح سویرے اسے کہاں نکلنا ہے پھر بھی اس نے مشرقی بیوی کا فرض نبھاتے ہوئے ہوئے جی اچھا کہہ دیا تھا۔

"کچھ چھٹی اور لے لیتے بیٹا ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" رافعہ نے بیٹے کو مخاطب کیا۔

"ضرور لے لیتا امی! اگر یہ ممکن ہوتا۔ شادی سے پہلے ایک ہفتے کی چھٹی لے کر آیا تھا۔ آٹھ چھٹیاں مزید لینی پڑیں۔ اس سے زیادہ چھٹی ملنا کب ممکن ہوتا ہے۔" وہ رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ابھی تو تم لوگ کہیں گھومنے پھرنے بھی نہیں گئے۔" رافعہ کو فکر ستا رہا تھا۔

"اگلی بار یہ شہرینہ کو بھی ساتھ ہی اسلام آباد لے جائے گا ناں۔ پھر وہاں سے ہر ویک اینڈ گھومنے پھرنے نکل جایا کریں گے۔"

"اسلام آباد رہتے ہوئے تو مری، سوات، ناران، کاغان ہر جگہ جانا آسان ہے۔" آشی آپی آج میکے میں موجود تھیں اور ان کی بات سے اس نے اندازہ لگایا کہ صارم کی پوسٹنگ آج کل اسلام آباد ہے۔

"میں اور تمہارے ابو تو کہہ رہے تھے کہ یہ ابھی شہرینہ کو ساتھ لے کر جائے لیکن یہ ٹال مٹول کر رہا ہے۔" رافعہ نے بیٹے پر خفگی بھری نظر ڈالتے ہوئے جتایا۔

"ٹال مٹول نہیں ہے امی! خود بتائیں آپی کس کا دل چاہے گا اپنی نئی نویلی دولہن کو چھوڑ کر جانے کا لیکن توفیق بھی تو رہتا ہے میرے ساتھ۔ اب میری تو اتنے ارجنٹ لوٹس پر شادی ہو گئی۔ اس بے چارے کو تو کوئی اور رہائش ڈھونڈنے میں ٹائم لگے گا ناں۔" اس نے جینوئن مجبوری بتا کر گھر والوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں تو کہہ دو ناں توفیق کو جلد از جلد اپنے لیے کوئی اور گھر ڈھونڈے۔ اب تم شادی کے بعد بھی چھڑوں کی طرح زندگی گزارو گے تو فائدہ کیا شادی کا جب سے تمہارا اسلام آباد ٹرانسفر ہوا ہے، میرے حلق سے یہ سوچ کر نوالہ نہیں اترتا کہ میرا بچہ وہاں پردیس میں اکیلا پڑا ہے۔ بازاری کھانوں سے اس کا معدہ اپ سیٹ رہتا ہے اور خود تو خیر سے انڈا بھی ابالنا نہیں آتا۔" رافعہ کو ایک بار پھر بیٹے پر ترس آیا تھا۔

"یوں مت کہیں امی۔ ایک فقط انڈا ہی تو ابالنا آتا ہے مجھے۔" وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"بہر حال جلد از جلد شہرینہ کو ساتھ لے جانے کا انتظام کرو۔ توفیق گھر نہیں چھوڑنا چاہتا تو تم اسے چھوڑ کر اپنے لیے کوئی اور گھر ڈھونڈو۔" انہوں نے حکمیہ انداز میں بیٹے کو مخاطب کیا۔

"کہا ناں جلد از جلد شہرینہ کو لے جاؤں گا۔

Scanned with CamScanner

ویسے دنیا کی انوکھی ساس ہیں آپ بہو کو ساتھ رکھنے کے بجائے دور بھیجنے کے چکر میں ہیں۔" وہ مسکرا کر ماں کو چھیڑنے لگا۔

"ساس نہیں ہوں۔ تمہاری ماں اور اس کی خالہ ہوں اور چاہتی ہوں میرے بچے ایک دوسرے کے ساتھ ہنستے مسکراتے اکٹھے زندگی گزاریں۔" رافعہ دونوں پر محبت پاش نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

"آپ کی بھانجی جتنی اچھی آپ کے سامنے رہتی ہے حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اچھی بھلی کٹ کھنی بیوی ہے یہ۔ یہاں تو آپ کی مروت میں میرا لحاظ کر لیتی ہے۔ اسلام آباد پہنچ گئی تو جانے میرا کیا حشر کرے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا تھا۔ آشی آپی نے ہنس کر بھائی کا کان مروڑا تھا۔

"شہرینہ کو ستانے۔ سے باز نہیں آتے تم۔"

"کاش یہ سچ ہوتا۔ حقیقت میں آپ کی شہرینہ مجھے ستانے سے باز نہیں آ رہی۔" اس نے ایک اور ٹھنڈی آہ بھری اور اس بار بھی اس کے پہلو میں بیٹھی "کٹ کھنی" سی شہرینہ نے فقط سر جھکا کر مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

☆☆☆

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تمہارا ٹرانسفر اسلام آباد ہو گیا ہے۔" رات کو مشرقی بیوی اسے خونخوار نگاہوں سے تک رہی تھی اور وہ بے چارا سا بندہ خود ہی اپنی پیکنگ کرنے میں مصروف تھا۔ شہرینہ کے پوچھنے پر سپاٹ سے انداز میں اسے دیکھا۔

"تمہیں اس خبر سے کوئی فرق پڑا؟" سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں، مجھے کیا فرق پڑے گا۔" شہرینہ نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"عارضی ٹرانسفر ہے۔ فی الحال مین آفس میں سیٹ خالی ہے۔ متعلقہ شخص ایک کورس کے سلسلے میں بیرون ملک گیا ہوا ہے۔ جب وہ واپس آ جائے گا تو میں بھی واپس آ جاؤں گا لیکن ابھی چھ، آٹھ مہینے تو وہیں ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے تفصیل بتا دی۔

"بہرحال جو بھی ہے۔ خالہ وغیرہ کو ٹالتے رہنا۔ میں ہرگز وہاں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔" شہرینہ نے دوٹوک انداز میں باور کروایا۔

شرٹ تہہ کرتے ہوئے صارم کے ہاتھ رکے۔ جی کیا اسی شرٹ کا گولا بنا کر اس بدتمیز لڑکی کے منہ پر دے مارے۔ وہ مستقل اس کے ضبط اور برداشت کا امتحان لے رہی تھی۔ جانے کیا مسئلہ تھا اس کے ساتھ کہ ماش کی دال کی طرح اینٹھی ہوئی تھی۔ صارم دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت بار اس کی طرف پیش قدمی کا سوچ چکا تھا لیکن اس کے بگڑے تیور یہ ارادہ بدلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

"مجھے بھی شوق نہیں ہے تمہیں وہاں بھی اپنے سر پر سوار کرنے کا، یہ تو گھر والوں کے سوالوں سے بچنے کے لیے شادی کے بعد سات، آٹھ چھٹیاں لینی پڑ گئیں ورنہ کب کا واپس جا چکا ہوتا۔" وہ لب بھینچ کر بولا۔

"اچھا مان لیا شادی کے بعد گھر والوں کو دکھانے کی خاطر چھٹیاں لیں، وجہ پوچھ سکتی ہوں کہ شادی سے ہفتہ بھر پہلے یہاں کیوں موجود تھے۔ وہ کون سا خاص مشن تھا جس کی تکمیل کی خاطر تمہاری یہاں موجودگی ضروری تھی۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"کہنا کیا چاہ رہی ہو کھل کر کہو؟" صارم نے اسے الجھ کر دیکھا تھا۔

"جو کہنا چاہتی ہوں، اسے سننے کی تم میں تاب نہیں اس لیے فی الحال یہ لائٹ جلدی آف کرو۔ مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔" وہ بیزار سے لہجے میں بولی۔

اس بار صارم کی برداشت واقعی جواب دے گئی۔ شرٹ کا گولا بنایا لیکن اس کے منہ کی طرف اچھالنے کے بجائے دور صوفے پر اچھالی پھر کھٹاک سے لائٹ آف کر کے کمرے سے ہی باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی شہرینہ کی بھی ساری اکڑ اور بدتمیزی

digest library.com

Scanned with CamScanner

رخصت ہوئی۔ اس نے تھکے ہوئے انداز میں سر ہاتھوں پر گرا لیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ بھی اس سب سے تھکنے لگی تھی۔ دل کا ایک گوشہ چپکے چپکے صارم کے لیے رعایت مانگنے لگا تھا۔ صارم نے جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہونے والے مقولے پر ہی تو عمل کیا تھا۔ شہرینہ دل کی سننے لگتی تو دماغ خفا ہو کر ڈپٹنے لگتا۔ صارم کی گری ہوئی حرکت کا کوئی جواز پیش ہی نہ کیا جا سکتا تھا معاف کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔ دماغ اسے کوئی رعایت دینے پر ہرگز آمادہ نہ تھا۔ اور دل و دماغ کی یہ کشمکش شہرینہ کو توڑتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن صارم چلا گیا اور اس کے جانے سے گویا گھر کی ساری رونق بھی ختم ہو گئی۔ رافعہ خود اداس تھیں لیکن انہیں اپنی اداسی سے زیادہ اس کی اداسی کی فکر تھی، وہ اسے ماں، باپ سے ملوانے لے گئیں۔

''کچھ دن رہنا ہے تو رہ لو بیٹا۔'' اسے فراخ دلی سے اجازت بھی دے ڈالی۔

''نہیں، آپ بھی تو گھر پر اکیلی ہوتی ہیں۔ خالو جان کا زیادہ وقت تو اپنی دکان پر گزرتا ہے۔ افشی آپی بھی گھر واپس چلی گئی ہیں۔ آپ اکیلے کیسے رہیں گی، میں آپ کے ساتھ ہی واپس جاؤں گی۔'' اس کے کہنے پر رافعہ خوشی سے نہال ہو گئی تھیں۔

''مجھے تو کچھ عرصے بعد بھی اکیلے ہی رہنا پڑے گا جب تم بھی اسلام آباد چلی جاؤ گی۔ اچھا ہے ابھی سے عادت ڈال لوں۔'' انہوں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ خود سوچیں خالہ! وہاں اکیلے میرا دل کیسے لگے گا۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''تمہارا سوچوں اور اپنے بیٹے کا نہ سوچوں۔ اس کا اب وہاں اکیلے دل کیسے لگے گا۔'' رافعہ مسکرائی تھیں۔ شہرینہ نے اس ذکر پر سر جھکا لیا۔

☆☆☆

صارم کی گھر والوں سے روز بات ہوتی تھی اور خالہ، خالو دونوں کا یہ ہی مطالبہ تھا کہ وہ فی الفور شہرینہ کی وہاں رہائش کا بندوبست کرے۔ وہاں جانے کے بعد اس نے شہرینہ سے ٹیلی فونک رابطے تک کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ شہرینہ خود اس سے بات نہ کرنا چاہتی تھی جانے پھر بھی کیوں اس کی طرف سے کوئی رابطہ نہ کیے جانے پر دل ہی دل میں جھنجلائی بھی تھی۔ اس کے جانے کے بعد ایک ہفتہ اسی بے کلی میں گزرا۔ دل کہہ رہا تھا کہ وہ ویک اینڈ پر چکر لگائے گا لیکن یہ اس کی خام خیالی ثابت ہوئی۔ دوسرے ہفتے بھی وہ نہ آیا تو خالہ فون پر ہی اس پر بگڑنے لگیں۔

شہرینہ کے دل کا اضطراب بھی کم ہونے کا نام نہ لے رہا تھا۔ دل و دماغ کی متضاد کیفیتیں اسے بری طرح تھکانے لگی تھیں وہ بھی ایسا ہی ایک دن تھا۔

رات کے کھانے اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر وہ درود شریف کی تسبیح پڑھنے لگی۔ ذرا دیر میں خالہ بھی اس کے پاس سونے آ گئیں۔ صارم کے جانے کے بعد سے وہ ہی اس کے پاس سو رہی تھیں۔ شہرینہ کو شرمندگی تو ہوتی مگر ابھی اس گھر میں وہ اکیلے سونے کی عادی نہ ہو پائی تھی۔ میکے میں ماں باپ کا بیڈروم بالکل ساتھ تھا سو ایک نفسیاتی ڈھارس رہتی تھی یہاں صارم کا کمرہ بالکل الگ تھلگ تھا اسی لیے جب صارم کے جانے کے بعد خالہ نے اس کی تنہائی کا خیال کرتے ہوئے اس کے پاس سونے کی پیش کش کی تو وہ انہیں انکار نہ کر پائی جب سے اب تک وہ ہر رات اسی کے پاس سوتی تھیں۔

خالہ کے آنے کے بعد اس نے کچھ دیر ان کے پیروں پر روغن زیتون کی مالش کر کے دعائیں کیں پھر خالہ تو عادت کے مطابق جلد ہی خراٹے لینے لگیں۔ وہ بھی درود شریف پڑھتے پڑھتے سونے کی کوشش کرنے لگی۔ ابھی نیند کا ایک جھونکا ہی آیا تھا کہ باہر سے خالو جان کی آواز سنائی دی۔

''خالو اس وقت کس سے مخاطب ہیں۔ کہیں کسی کام سے خالہ کو تو نہیں بلا رہے۔'' اس نے سرعت سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ خالو جان

Scanned with CamScanner

کے ساتھ صارم کو کھڑا دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا۔ ابھی تو ویک اینڈ بھی نہ آیا تھا۔ ہفتے کے درمیان میں ہی یہ کیسے آن ٹپکا۔ بہر طور حیرت پر قابو پا کر اسے خالو جان کے سامنے مشرقی بیوی بن کر ادب سے سلام بھی کرنا پڑا اور کھانا گرم کرنے کا بھی پوچھنا پڑا۔

"فلائٹ میں اسنیکس لے لیے تھے بھوک نہیں۔" صارم نے اسے مشکل میں نہ ڈالا۔

"چلو بیٹا اپنی خالہ کو جگاؤ۔ اس نیک بخت کے سرہانے ڈھول بھی بجایا جائے تو اس کی آنکھ نہیں کھلنے والی۔ جھنجھوڑ کر اٹھانا پڑے گا۔" خالو نے اسے مخاطب کیا۔

"امی اندر سو رہی ہیں۔" صارم کو تعجب ہوا۔

"مت جگاؤ امی کو۔ اس وقت کیوں بے آرام کروگی۔ سونے دو سکون سے۔" اگلے ہی پل اس نے شہرینہ کو ماں کو جگانے سے روکا۔ شہرینہ تو رک گئی لیکن خالو بلند آواز میں اپنی نیک بخت کو پکارتے کمرے کے اندر چلے گئے۔ واقعی دو، تین بار ہلانے جلانے کے بعد ان کی آنکھ کھلی تھی۔

"صارم آیا ہے۔ چلو اپنے کمرے میں۔" خالو نے بیوی کو آگاہ کیا۔ تعجب آمیز خوشی کے ساتھ سوئی جاگی کیفیت میں خالہ باہر نکلیں۔ بیٹے کا ماتھا چومتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا پھر پہلا سوال کھانے کے بارے میں ہی پوچھا۔

"کھانا وانا سب اس کی بیگم پوچھ لے گی۔ تم نیند میں ڈول رہی ہو۔ چلو کمرے میں باقی حال احوال صبح لے لینا۔"

خالو انہیں لے کر کمرے میں چلے گئے۔ صارم اپنا بیگ اٹھائے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ پیچھے پیچھے شہرینہ تھی۔

"امی روز تمہارے ساتھ سوتی تھیں۔" وہ صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا تھا، سنجیدہ سے انداز میں پوچھا تھا۔ شہرینہ نے دھیرے سے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"مجھے تو خیر خود اپنے ساتھ ہونے والی تمہاری دشمنی سمجھ میں نہیں آتی لیکن میرے والد بزرگوار سے ایسی کیا خطا سرزد ہوئی تھی کہ انہیں بھی ان کی نصف بہتر سے جدا کر دیا۔" وہ صاف صاف طنز کر رہا تھا۔ شہرینہ کو بہت برا لگا۔

"خالہ خود میری تنہائی کا خیال کر کے میرے پاس سونے آتی تھیں۔ میں نے کہیں کہا تھا ان سے۔" ناراضی بھرے لہجے میں جتایا۔

"تو منع تو کر سکتی تھیں ناں انہیں۔ چھوٹی بچی ہو تم جس کو اکیلے سونے سے ڈر لگتا تھا۔" اس نے پھر طنز کیا۔

"ہاں لگتا تھا ڈر۔" اس نے اس انداز میں کہا جیسے کر لو کیا کرنا ہے۔

"رئیلی تمہیں اکیلے سوتے ڈر لگتا تھا۔ صارم نے تعجب سے اسے دیکھا۔ شہرینہ خفگی سے منہ پھلائے کھڑی رہی۔"

"ویسے بائی دا وے کس چیز سے ڈر لگتا ہے تمہیں۔" اس کی حیرانی جانے کیوں ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔

"کس چیز سے ڈرتی ہیں لڑکیاں ظاہر ہے جنوں، بھوتوں اور چڑیلوں سے ناں تو میں بھی ایسی ویسی چیزوں سے ہی ڈرتی ہوں۔" وہ تنک کر بولی تھی۔

"میری اطلاعات کے مطابق تو لڑکیاں صرف کاکروچ اور چھپکلیوں جیسی چیزوں سے ڈرتی ہیں۔ جن بھوتوں سے بچے ڈریں تو ڈریں یا ہماری تمہاری عمر کا کوئی شخص کوئی بے پناہ ہارر مووی دیکھ لے تو وقتی خوف محسوس ہوتا ہے لیکن کسی میچور شخص کے ایسے ڈر کے بارے میں میں نے پہلی بار سنا ہے۔" وہ جانے کیوں رات کے اس پہر اس کے ڈر، خوف کی وجوہات کرید رہا تھا شہرینہ کو مزید غصہ آیا۔

"اب تو سن لیا اور دیکھ بھی لیا۔ کر لو یقین کوئی کوئی میری طرح کمزور دل کا مالک ہوتا ہے۔ اجنبی جگہ پر تنہا نیند نہیں آتی مجھے۔" اس نے ناراضی کے عالم میں بھی اعتراف کر لیا۔ صارم نے بہت مشکل

Scanned with CamScanner

سے مسکراہٹ دبائی۔

"اور امی کے خراٹوں میں نیند آجاتی تھی۔" وہ جانے کیوں بات کو طول دے رہا تھا۔ اس بار شہرینہ اس کی پکڑائی میں نہ آئی۔ فقط ایک تیکھی نگاہ سے نوازنے پر اکتفا کیا۔

"تمہاری گلابی آنکھوں کو دیکھ کر تو لگ رہا ہے تم بہت راتوں سے سو نہیں پائی ہو۔ خیر آج میں ہوں نا۔ میری موجودگی میں تمہیں بہت گہری نیند آئی ہے۔ سو جاؤ سکون سے۔" وہ اسے کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ شاید اس کی بات میں صداقت ہی تھی جب ہی وہ ذرا دیر میں ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند سو چکی تھی۔

☆☆☆

"امی! شہرینہ پریشان ہو رہی تھی کہ اتنی جلد پیکنگ کیسے کر پائے گی۔ آپ انشی آپی یا حفصہ آپی میں سے کسی کو بلا لیں جو اس کی پیکنگ میں مدد کروا دے۔ کل دوپہر کو ہماری فلائٹ ہے۔"

ناشتے کی میز پر صارم نے ماں کو مخاطب نہ کیا تھا بلکہ سیدھا سیدھا شہرینہ کی سماعتوں پر بم پھوڑا تھا۔ اس نے بے یقینی سے صارم کو دیکھا جو یہ بات کر کے پورے سکون سے ناشتے میں مشغول ہو گیا تھا۔

رافعہ خالہ شہرینہ کو پریشان نہ ہونے کی تلقین کے ساتھ یہ تسلی دے رہی تھیں کہ وہ سب مل کر اس کی تیاری مکمل کروا دیں گے، اسے فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں شہرینہ جب تو فرماں برداری سے اثبات میں گردن ہلاتی رہی لیکن کمرے میں جا کر اس پر چڑھ دوڑی۔

"میں نے تم سے کہا تھا ناں مجھے تمہارے ساتھ اسلام آباد نہیں جانا، یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی؟"

"میں امی کو بلا دیتا ہوں، تم یہ بات انہیں سمجھا دو کیونکہ انہوں نے صبح شام فون کر کے یہ ہی رٹ پکڑی ہوئی تھی کہ میں فوراً واپس آکر تمہیں ساتھ لے جاؤں۔" صارم بری طرح چڑ کر بولا تھا۔ اس بار شہرینہ خاموش رہی۔

"وقت کم ہے، تم نے پیکنگ بھی کرنی ہے۔ خالہ، خالو سے ملنے چلنا ہے تو چلو ابھی ایک، دو گھنٹے بعد واپس آجائیں گے اتنے حفصہ آپی بھی آجائیں گی امی نے فون کر دیا ہے انہیں۔"

"ہم کوئی ہنی مون پر سوئزرلینڈ تھوڑی جا رہے ہیں جو لمبی چوڑی پیکنگ کرنی پڑے گی۔ تم نے خوامخواہ حفصہ آپی کو زحمت دی، ان کے بچے اسکول کالج جاتے ہیں۔ یوں گھر بار چھوڑ کر آنا آسان تھوڑی ہے سنڈے ہوتا تو اور بات تھی۔" وہ ناراضی بھرے لہجے میں بولی۔

"تمہیں ہنی مون پر سوئزرلینڈ جانا ہے۔" صارم کو پورے فقرے میں گویا ایک ہی بات قابل توجہ لگی تھی، شہرینہ بول کر پچھتائی۔

"میں امی کو فون کر کے آنے کا بتاتی ہوں۔ بنا بتائے جاؤ تو ناراض ہوتی ہیں کہ میری پسند کا کچھ بنانے کا موقع نہیں ملا۔" شہرینہ نے نگاہیں چراتے ہوئے موضوع بدلا۔

"کتنی پیٹو ہو تم، ابھی ناشتہ کیے دیر ہی کتنی ہوئی ہے جو وہاں جا کر بھی کچھ کھانے کی فکر پڑ گئی۔" صارم نے موضوع تبدیل کیے جانے پر اس سے تعاون کر لیا۔ جانے کیوں اس کی جانب سے ہر طرح کے تعاون کے باوجود شہرینہ کی خفگی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ماں باپ کے ساتھ کچھ وقت گزار کر جب وہ صارم کے ساتھ واپس آ رہی تھی تو پروفیسر صاحب کے گھر سے صہیب نکلتا دکھائی دیا۔ نگاہوں کے تبادلے پر وہ ٹھٹکا سا گیا اور فوراً ہی اپنی بائیک بھگا کر لے گیا۔

"تمہاری تو اس سے اچھی جان پہچان ہے حیرت ہے تم دونوں نے آپس میں سلام دعا بھی نہیں کی۔" شہرینہ نے خود کلامی کا سا انداز اپنایا تھا۔ صارم نے الجھ کر اسے دیکھا۔

"مطلب کیا ہے تمہاری بات کا۔" خفگی بھرے

لہجے میں استفسار کیا۔

"کوئی اتنی گہری بات تو نہیں کی جو مطلب نکالنے بیٹھ گئے۔ بھئی پہلے تم اچھے بھلے خوش اخلاق ہوتے تھے۔ پروفیسر ہمدانی یا ان کے کسی بھی بیٹے سے آمنا سامنا ہوتا تو کم از کم نگاہوں سے یا ہاتھ کے اشارے سے سلام دعا کا تبادلہ ہو جاتا تھا آج تو بالکل اجنبی بن کر گزر گئے۔"

اس کی ٹون ابھی بھی طنزیہ تھی۔ صارم نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اور وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔

☆☆☆

یہ دو کمروں کا چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا، پہلے یقیناً اس کا کولیگ اس کے ساتھ شیئر کرتا تھا لیکن اب گھر سنبھالنے کے لیے گھر والی آ چکی تھی اور گھوم پھر کر تنقیدی نگاہوں سے گرد و پیش کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کتنا گندا ہو رہا ہے گھر، کیسے رہتے تھے تم یہاں۔" وہ نخوت سے ناک سکوڑ کر بولی۔

"اللہ کا نام لو۔ تمہارے آنے سے پہلے سامنے والوں کی میڈ بلوا کر خصوصی صفائی کروائی ہے یہاں ورنہ تو میں اور توفیق ہی جیسے تیسے کر کے گھر سمیٹتے تھے۔ آج تو لشکارے مار رہا ہے یہ گھر اور تم اسے گندا کہہ رہی ہو۔" صارم کا صدمہ فطری تھا۔

"پتا نہیں کیسے صفائی کرتے ہو گے تم لوگ۔ صفائی کا سامان تک تو پورا ہے نہیں۔ اگر کوئی قریبی مارکیٹ ہے تو مجھے کچھ ضروری سامان لا دو۔ میں لسٹ بنا دیتی ہوں۔" وہ گھر گرہستی سنبھالنے کے لیے کمر کس چکی تھی۔

"یہ سب کل سے شروع نہ کر دیں، آج میں تھکا ہوا ہوں یار۔" صارم آلکسی سے بولا۔

"کیوں تم پیدل چل کر آئے ہو۔" شہرینہ نے گھورا جواباً صارم نے ڈبل گھوری سے نوازا۔ اب گھر والوں کے کچھ سننے کا ڈر تھوڑی تھا جو وہ اس بدتمیز لڑکی کی ساری بدتمیزیاں ہنسی خوشی برداشت کرے۔ شوہر تھا تو تھوڑا سا شوہروں والا رعب دکھانا بھی تو ضروری تھا۔ اور شہرینہ بھی اس کے تیکھے تیور دیکھ کر ذرا سا سٹپٹائی۔

"بہر حال میں اپنے بیڈ روم کی تو صفائی کر رہی ہوں۔ گندی جگہ پر مجھے نیند نہیں آئے گی۔" اس کے کہنے پر صارم نے حیرت سے اسے دیکھا گویا چالاکو ماسی اپنے لیے بیڈ روم کا تعین بھی کر چکی تھی اور شہرینہ کو بھی بول کر احساس ہوا۔

"تم نے اپنا سامان سامنے والے بیڈ روم میں رکھا ہے، ظاہر ہے تمہارا بیڈ روم وہ ہی ہو گا۔ میں یہ دوسرا اپنے لیے سیٹ کر لیتی ہوں۔"

اس بار اس نے صارم جیسا انداز اپنایا تھا۔

"جو مرضی کرو۔ میرا بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔ تمہارا تو کچن میں جانے کا فی الحال کوئی موڈ نہیں لگ رہا حالانکہ فریزر میں مٹن، بیف، چکن سب کچھ موجود ہے لیکن مجھے لگتا ہے آج بھی کچھ باہر سے ہی آرڈر کرنا پڑے گا اور امی کا خیال تھا کہ اب مجھے گھر کا پکا پکایا ملا کرے گا۔" صارم نے استہزائیہ سے انداز میں خود کلامی کی تھی۔

"تمہیں تو قع تھی کہ میں گھر میں گھسنے کے ساتھ ہی کچن میں جا کر تمہاری فرمائش پوری کرنے لگ جاؤں گی۔ یہ بھی خیال نہیں کیا کہ میں تھکی ہوئی آئی ہوں۔" اسے صارم کی جانب سے کوئی پروٹوکول نہ دیے جانے پر فطری صدمہ ہوا۔

"کیوں تھکی ہوئی ہو۔" صارم کی جانب سے فقرہ لوٹانے میں ایک لمحے کی تاخیر نہ ہوئی۔ شہرینہ کو ہرگز اندازہ نہ تھا کہ اسلام آباد آنے کے ساتھ ہی وہ یوں رنگ بدل لے گا۔

"اور ویسے بھی میں تو تمہیں ایک باعزت مقام دے رہا تھا تم نے خود آتے کے ساتھ ہی جھاڑو پوچا کرنا پسند کیا ہے۔" وہ بے نیازی سے بولا۔

شہرینہ نے اس فضول سی بحث میں پڑ کر وقت ضائع کرنا مناسب نہ جانا۔ پر اسے صرف اس صورت میں پرسکون نیند آ سکتی تھی جب کمرہ اور کمرے سے ملحق واش روم بالکل صاف ستھرا نہ ہو جائے۔

digest library.com

Scanned with CamScanner

دستیاب۔ چیزوں کی مدد لے کر ہی اس نے کمرہ اور واش روم چمکایا تھا۔

"اب کھانا کھالو۔ اس وقت کوئی اس کمرے کی انسپکشن کرنے نہیں آئے گا۔" صارم اس کی مصروفیت پر چڑ رہا تھا۔ کھانا آگے ہی اتنی دیر ہوگئی تھی اور محترمہ کی مصروفیت ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔

"تمہیں بھوک لگی ہے تم کھاؤ۔ میں شاور لوں گی۔" اس کے کہنے پر صارم واپس مڑ گیا۔

جب وہ نہا دھو کر باہر نکلی تو صارم میز پر اس کا منتظر تھا شکر ہے اتنے ایٹی کیٹس ابھی باقی تھے۔

کھانے کھانے کے بعد برتن سمیٹ کر اس نے اپنے لیے چائے چڑھائی، مروت میں صارم سے پوچھا مگر اس نے منع کر دیا۔ کچن کی حالت قدرے بہتر تھی شاید وجہ یہ تھی کہ یہ کھانا پکانے کے لیے کم ہی استعمال ہوتا تھا لیکن صارم نے اس کی آمد سے پہلے اپنی عقل و فہم کے مطابق جو ضروری سودا سلف کیبنٹس میں لا کر ٹھونس رکھا تھا، وہ ساز و سامان ترتیب سے ٹھکانے لگانا ضروری تھا لیکن یہ کام اس نے کل پر ڈالا۔ چائے پی کر برتن دھو کر رکھے اب صرف نماز پڑھنی باقی تھی۔ آج جسم واقعی تھکا ہوا تھا۔ امید تو تھی کہ نئی جگہ ہونے کے باوجود پرسکون نیند آجائے گی۔

چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا۔ صارم کے کمرے کے کھلے دروازے سے بھی دکھائی دے رہا تھا وہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا، شہرینہ جانتی تھی وہ رات اتنی جلد سونے کا عادی نہیں، وہ اس کے جاگتے جاگتے سو گئی تو اجنبی جگہ کی بے آرامی یا ڈر، خوف والا عنصر باقی نہیں رہے گا لیکن جب اس نے نماز پڑھ کر باہر جھانکا تو صارم کمرے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ اس بے مروتی پر اسے دکھ تو ہوا لیکن پھر خود کو سمجھایا۔

اتنا پرسکون ماحول ہے، ڈرنے کی کیا ضرورت اور ویسے بھی اب اسی روٹین کا عادی ہونا پڑے گا تو آج سے ہی کیوں نہیں خود کو سمجھاتے ہوئے اس نے بھی کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ نیند ابھی آنکھوں سے کوسوں دور تھی پھر بھی وہ آنکھیں موند کر لیٹی حسب معمول درود شریف کا ورد کرنے لگی تھی۔ یہاں پہنچنے کے بعد صارم نے ہی اس کے اور اپنے گھر والوں کو خیریت سے پہنچنے کی اطلاع دے دی تھی۔ رات نہ ہوئی تو وہ گھر والوں کو فون کر لیتی لیکن اب یہ بھی ممکن نہ تھا۔ وہ آنکھیں موندے سونے کی کوشش کرتی رہی اتنے میں ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ شہرینہ کا دل دھڑکا۔ صارم کا رات کے اس پل دروازہ بجانے کا کیا مقصد تھا پھر بھی اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے اس نے دروازہ کھول کر سوالیہ نگاہوں سے صارم کو دیکھا۔

"ڈر تو نہیں لگ رہا۔" صارم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ڈرنے کی کیا بات۔ میں تو سو بھی چکی تھی۔" اس نے زبردستی جمائی لیتے ہوئے جھوٹ بولا۔

"اچھی بات ہے۔ دراصل توفیق اس کمرے میں سوتے ہوئے اکثر بری طرح ڈر جاتا تھا۔ لیکن یہ کمرہ زیادہ بڑا ہے واش روم بھی اسی کا زیادہ شان دار ہے تو کمرہ چھوڑنے پر بھی تیار نہ ہوتا تھا لیکن اکثر آدھی رات کو میری نیند غارت کرنے کے لیے تکیہ چادر سنبھالے میرے بیڈ روم میں سونے آجاتا تھا خیر اس وقت مجھے یہ ذکر کرنا نہیں چاہیے تھا۔ بلا ارادہ منہ سے نکل گیا۔ سوری فار دیٹ تم ریسٹ کرو تھکی ہوئی ہو، امید ہے جلد نیند آجائے گی۔" صارم دوستانہ انداز میں شب بخیر کہتا ہوا پلٹ گیا تھا۔

"رکو، سنو تو سہی۔" شہرینہ نے حواس باختہ ہو کر اسے پکارا۔

"کیا بتا رہے تھے تم وہ توفیق صاحب۔ کیوں ڈر لگتا تھا انہیں یہاں؟" اس نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی بری بات نہیں شہرینہ پلیز ریلیکس ہو جاؤ۔ توفیق کے ساتھ بھی کوئی انہونی نہیں ہوئی یہاں۔ اس کا مسئلہ نفسیاتی ہے دراصل جب ہم لوگوں نے یہ اپارٹمنٹ کرائے پر لیا تو اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ ہانٹڈ (آسیب زدہ) ہے۔ لوگوں نے اسی کمرے کے متعلق زیادہ باتیں مشہور کر رکھی تھیں

اسی کمرے کی کھڑکی میں بلڈنگ کے اکثر لوگوں کو کوئی عجیب سی مخلوق نظر آتی ہے۔"

صارم کہتے کہتے رکا۔ شہرینہ کے فق چہرے پر نگاہ پڑی تو احساس ہوا وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا ہے۔

"تم مجھے بتا بتائے اس ہانٹڈ ہاؤس میں لے آئے ہو۔ یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی۔" شہرینہ تو خوف اور صدمے کے مارے بے ہوش ہونے کو تھی۔

"یار ایقین کرو لوگوں کی پھیلائی ہوئی من گھڑت باتیں ہیں، مقصد اس اپارٹمنٹ کی قیمت گرانا تھی اور واقعی ڈی فیم تو ہوگیا یہ ورنہ اسلام آباد کے اس علاقے میں ہم جیسے لوگ کہاں افورڈ کر سکتے اس کا کرایہ۔ اب تو اس کا کرایہ نہایت معقول ہے تو ہمیں تو فائدہ ہوا ناں۔ ان افواہوں کا۔ آفس یہاں سے زیادہ دور نہیں سیکیورٹی یہاں کی بہترین ہے۔ سب ضروری سہولیات....."

"بھاڑ میں گئیں سکیورٹی اور ضروری سہولیات گھر کے اندر ماورائی مخلوق دندناتی پھرے اور تم کہہ رہے ہو سیکیورٹی بہترین ہے۔" شہرینہ رونے والی ہو رہی تھی۔

"غلطی میری ہے میں بلاوجہ ادھر ادھر کی باتیں سنانے لگا۔ کہا ناں تم سے میں اتنے مہینوں سے یہاں رہ رہا ہوں کبھی کچھ پیش نہیں آیا۔" وہ اسے تسلی دینے لگا۔

"تم تو اس بیڈ روم میں رہتے ہو۔ باتیں تو اس کے بارے میں مشہور ہیں ناں۔" وہ روہانسی ہوئی۔

صارم نے بڑی مسکین سی شکل بنائی جیسے وہ یہ سب بنا کر بہت پچھتا رہا ہو۔

"تمہیں وہم ہوگیا ہے۔ تم یوں کرو بیڈ روم بدل لو۔ میں یہاں آجاتا ہوں۔ تم میرا بیڈ روم لے لو۔" صارم کے پاس غلطی کے کفارے کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔

شہرینہ نے چند لمحوں کے لیے سوچا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ واپس مڑ کر اپنے سرہانے دھرا موبائل اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔ صارم بھی وہاں جا کر جلدی جلدی اپنا لیپ ٹاپ اور موبائل اور چارجر وغیرہ اٹھانے لگا۔ جیسے ہی وہ کمرے سے نکلا شہرینہ کو کمرے کی ہر دیوار پر نادیدہ آنکھیں محسوس ہونے لگیں اس نے بے ساختہ صارم کو پکارا۔ وہ بھولا سا منہ بنا کر پلٹا تھا۔

"آر یو شیور۔ تمہارے کمرے میں وہ چیز کبھی نہیں آئی۔" شہرینہ ہر افواہ پر ایمان لا کر اس چیز کے یہاں نہ آنے کی تصدیق چاہ رہی تھی۔

"یار تم تو یقین کو دیکھو تو اندازہ ہوگا کتنا بے ڈھنگا سا بندہ ہے اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد تو وہ مخلوق شکر مناتی ہوگی۔ لیکن آج پہلی بار انہوں نے اس کمرے میں تمہاری صورت اتنا نرم و نازک اور خوب صورت وجود دیکھا ہوگا، اب تمہاری یہاں شفٹنگ کے بعد وہ بھی یہاں آنے کا ارادہ کر بیٹھیں اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" صارم جو تھوڑی دیر پہلے تک اپنی بتائی باتوں کو لوگوں کی پھیلائی افواہیں قرار دے رہا تھا اب اس مخلوق کے دلی ارادوں پر اظہار خیال کرنے لگا۔

"تم یہ سب مجھے ڈرانے کے لیے کہہ رہے ہو ناں۔" آخر شہرینہ کی عقل نے کچھ کام کیا تب ہی مشکوک سے انداز میں پوچھا۔ وہ ایسے مسکرایا جیسے کسی بچے کی بات پر مسکرایا جاتا ہے۔

"چلو اگر تمہارے دل کی تسلی ایسے ہو سکتی ہے تو یوں ہی سمجھ لو، مذاق کر رہا تھا میں، ٹینشن مت لو۔ سکون سے سو جاؤ۔ میں بھی اب سونے لگا ہوں۔ صبح آفس بھی جانا ہے یار۔ بہت رات ہوگئی ہے۔" اس کا سکون غارت کر کے وہ اسے سکون سے سونے کا مشورہ دے کر چلتا بنا۔

"بات سنو صارم۔" شہرینہ نے اسے پھر پکارا۔ وہ بظاہر بیزار ہو کر پلٹا تھا۔

"تم وہاں سے میٹرس اٹھا کر یہاں ڈال لو۔ آج، آج یہیں سو جاؤ۔" دھیمے سے لہجے میں بڑا منت بھرا سا انداز تھا اس کا، صارم نے چند لمحوں کے لیے سوچا پھر ٹھنڈی سانس بھری جیسے رات کے اس

Scanned with CamScanner

پل یہ مشقت گوارا نہ ہو۔
"میں تو بات چھیڑ کر پھنسا، لاتا ہوں میٹرس۔"
بڑے احسان دھرنے والے اسٹائل میں کہتا مڑا تھا۔
شہرینہ نے سکون کی سانس لی۔ کم از کم آج رات کا مسئلہ حل ہو چکا تھا وہ صارم کے چہرے کی مسکراہٹ نہ بھانپ پائی جس نے الگ الگ بیڈ روم کا مسئلہ آج کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے نمٹا دیا تھا۔

☆☆☆

صبح صارم کے پکارنے پر ہی اس کی آنکھ کھلی تھی۔ جانے وہ کیسے اتنی گہری نیند سوئی کہ کھٹر پٹر پر بھی آنکھ نہ کھلی۔ صارم آفس جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ وہ اسے فارمل آفس ڈریسنگ میں پہلی بار دیکھ رہی تھی اور کوئی شک نہیں تھا کہ وہ نظر لگ جانے کی حد تک ڈیشنگ اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔
"میں آفس کے لیے نکل رہا ہوں۔ ناشتے کا سب سامان کچن میں موجود ہے۔ کچن میں جھانک لینا بظاہر سب کچھ لے آیا تھا لیکن پھر بھی کھانا پکانے کے لیے جن انگریڈینٹس (اجزاء) کی ضرورت پڑتی ہے یقیناً۔ کچھ نہ کچھ ضرور مس ہوگا تم لسٹ بنا لینا باقی بھی جن جن چیزوں کی ضرورت ہوگی، وہ سب جا کر شام کو لے آئیں گے۔ صفائی خود کرنے کی ضرورت نہیں سامنے والوں کی میڈ کو کہہ دیا تھا، پہلے تو گھر دن کے اوقات میں بند ہوتا تھا ناں اب صفائی کے لیے وہ آجایا کرے گی۔" وہ جلدی جلدی بتا رہا تھا شہرینہ گھر پر اکیلے رہنے کے تصور سے ذرا سا بوکھلائی۔
"تم آفس جا رہے ہو تو میں یہاں اکیلی رہوں گی۔" اس نے متوحش ہو کر پوچھا۔ صارم کے لبوں پر مسکراہٹ رینگی۔
"ظاہر ہے میرے آفس میں بیویاں ساتھ لانا الاؤڈ نہیں ہے پھر تو بندہ آفس کے کام چھوڑ کر دوسروں کی بیویوں کو ہی تاڑتا رہے گا۔" صارم کے کہنے پر اس نے تاسف بھری نگاہ اس پر ڈالی گویا وہ اس سے اس چھچھورے پن کی توقع نہ کر رہی ہو۔
"مذاق کر رہا ہوں یار۔ اپنی اتنی حسین و جمیل بیوی کے ہوتے ہوئے میں دوسروں کی بیویاں کیوں تاڑنے لگا۔" اس نے دھیرے سے اس کی ناک کھینچی تھی۔
"بکواس نہ کرو۔" اس کا جی دھڑکا مگر چہرے پر خفگی بھرے تاثرات برقرار رکھے۔
"یہاں رکوں گا تو اس نوعیت کی بکواس پر قابو نہیں رہے گا، اس لیے جانے دو۔" وہ اس کی من موہنی شکل کو دل میں اتارتے ہوئے بولا۔
"اچھا ٹھیک ہے جاؤ بس یہ بتا دو، دن میں تو کوئی کچھ نہیں کہتا ناں" اس کے پوچھنے پر صارم نے بڑی مشکل سے اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔ وہ کس جانب اشارہ کر رہی تھی، سمجھنا مشکل نہ تھا۔
"نہیں یار دن میں تو وہ بھی روزی روٹی کمانے نکلتے ہوں گے مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے، اس دور میں بغیر کمائے کہاں گزارا ہے۔" وہ ہنسی روکتے بظاہر بڑی سنجیدگی سے بولا تھا۔
"مجھے پتا ہے تم نے رات کو بھی فقط لمبی لمبی چھوڑی تھیں۔" دن کی روشنی میں شہرینہ کا ڈر خود بخود رخصت ہونے لگا۔
"امید ہے تم اس بیان پر رات کو بھی قائم رہو گی۔" وہ مسکرایا۔
"بہر حال اپنا خیال رکھنا، تم تو نہیں کہو گی لیکن میں جلد آنے کی کوشش کروں گا۔" وہ مسکرا کر کہتا رخصت ہوا۔ آج اس کی آنکھوں کی جگمگاہٹ ہی نرالی تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی شہرینہ اپنے دل کی دھڑکن سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

☆☆☆

سارا دن مصروف گزرا تھا۔ صفائی والی ماز مہ کے آنے پر گھر بھر کی تفصیلی صفائی کروائی۔ کچن کیبنٹس کی صفائی کر کے ہر چیز طریقے سلیقے سے رکھی صارم کی وارڈ روب سیٹ کرنے میں بھی اچھا خاصا ٹائم لگا آج اس نے خالہ کے لاڈلے کی پسند کا کھانا بنانے کا بھی سوچا صارم کو بیف پلاؤ پسند تھا۔ اس نے یخنی تیار کی۔ ساتھ ایک سبزی بھی بنالی۔ وہ ناشتے میں آملیٹ

کے بجائے رات کے بچے سالن سے پراٹھا کھانا پسند کرتا تھا یہی سوچ کر اس نے مکس سبزی بنائی تھی وہ ویسے ہی کہہ رہا تھا کہ کھانا بنانے کے اجزائے ترکیبی پورے نہ ہوں گے، سچ تو یہ تھا کہ اس نے بہت سوچ سمجھ کر یا کسی کی رہنمائی کے بعد ساری ذمہ داری پوری کر لی تھی۔ سب کاموں سے فارغ ہو کر اس نے نہا دھو کر سادہ سا جوڑا پہنا۔

خالہ اور آپیوں نے تو ایسے کپڑوں سے سوٹ کیس بھر دیا تھا جیسے وہ ہر وقت چمک دمک والی بنی رہے گی، وہ ایسے کپڑے پہننے کا ہرگز ارادہ نہ رکھتی تھی بلکہ ان کپڑوں کو تو اس نے وارڈ روب میں رکھا تک نہ تھا۔

وہ جلد آنے کا کہہ گیا تھا لیکن ابھی تک نہ پہنچا تھا۔ دن میں وہ رافعہ خالہ سے بات کر چکی تھی اب ماں کو فون ملا۔ وقت گزارنے کے لیے فون سے بہتر کوئی آپشن نہ تھا لیکن فون پر باتوں کے دوران بھی اس کی نگاہیں بار بار وال کلاک کی سمت اٹھتی رہیں۔ پون گھنٹے کی بات کے بعد اس نے ماں کو اللہ حافظ کہا تھا۔ صارم اب بھی نہ لوٹا تھا۔ اسے تشویش کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آنے لگا۔

اجنبی شہر میں آئے اس کا پہلا دن تھا وہ اس غیر ذمہ داری کا ثبوت کیسے دے سکتا تھا حیرت انگیز طور پر اس وقت رات والے ڈر یا خوف کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ وہ ایسے کال کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کے بیچ اٹکی ہوئی تھی کہ آخر وہ آ ہی گیا۔

صبح کے برعکس اب وہ خاموش، خاموش اور سنجیدہ سا تھا۔ فریش ہونے کے باوجود وہ شکل سے تازہ دم نہ لگ رہا تھا۔ شہرینہ نے میز پر کھانا چن دیا۔ کن اکھیوں سے اس کے تاثرات بھی دیکھے۔ اس کا من پسند کھانا ہونے کے باوجود اس نے برائے نام کھانا کھایا تھا۔ شہرینہ کا دل بجھ سا گیا۔ کیا وہ اس کی جانب سے کسی ستائش بھرے فقرے کی منتظر تھی اس نے خود سے پوچھا۔ دماغ نے اس بے وقوفی پر جھڑکا بھی لیکن سچ تو یہ تھا کہ آج دل دماغ کی کوئی بات سننے پر آمادہ نہ تھا۔

اس نے بوجھل دل کے ساتھ برتن سمیٹ کر دھوئے پھر صارم کے پاس آئی۔

''تھکے ہوئے لگ رہے ہو، چائے بنا دوں۔''

صارم نے [illegible] انداز میں کہا۔

''ہاں بنا دو۔ لیکن اسٹرانگ ہونی چاہیے۔'' وہ واقعی بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ شہرینہ کڑک سی چائے بنا کر اس کے پاس آئی۔ صارم نے شکریہ کہہ کر کپ تھام لیا۔ اس کا فارمل سا انداز شہرینہ سے ہضم نہ ہو رہا تھا۔

''خیریت آفس میں کوئی بات ہو گئی ہے۔ کچھ اپ سیٹ لگ رہے ہو۔'' شہرینہ پوچھے بنا نہ رہ پائی۔

''اپ سیٹ ہوں اسی لیے لگ بھی رہا ہوں اور ہاں تم پلیز اپنے بیڈ روم میں واپس چلی جاؤ۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ کل میں نے مذاق کیا تھا۔ کوئی بھوت ووت نہیں ہے یہاں پر۔ آئندہ ایسی کوئی بات کر کے تمہیں ہرگز ڈسٹرب نہیں کروں گا۔'' وہ اسی سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

''ایسا کیا ہوا ہے آفس میں جو تم اتنے اپ سیٹ ہو۔'' شہرینہ نے جیسے اس کی دوسری بات سنی ہی نہ تھی۔

''ایسا کچھ آفس میں نہیں میری زندگی میں ہو رہا ہے شہرینہ بی بی! اور اب میں اس ابنارمل لائف اسٹائل سے تھک گیا ہوں۔ جانتی ہو، آج ہمارا آفس بوائے اپنی شادی کی چھٹیاں گزار کر آیا اور اس کی خوشی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ پوری بتیسی دکھا کر سب کی مبارک بادیں وصول کر رہا تھا اور جس لمحے مجھے یہ ادراک ہوا کہ میں اس بے چارے مسکین سے شخص سے دل ہی دل میں جیلس ہو رہا ہوں تو میرا خود پر لعنت بھیجنے کو جی چاہا۔''

وہ استہزائیہ انداز میں گویا اپنا ہی مذاق اڑا رہا تھا۔ شہرینہ کچھ بھی نہ بول پائی۔

''شہرینہ میں تھک گیا ہوں یار! یہ ابنارمل زندگی جیتے جیتے۔ بات نفسانی خواہشات کی نہیں ہے بات

digest library.com
Scanned with CamScanner

اس محبت کی ہے جو کبھی ہمارے درمیان موجود تھی لیکن تمہارا دل اس محبت کا منکر ہو گیا ہے۔

تم صرف میری بیوی نہیں ہو میری محبت بھی ہو۔ تم بھلے سے میرے جذبوں کی پذیرائی نہ کرو لیکن میں ساری رات دیوانوں کی طرح تمہیں تکتا رہتا ہوں لیکن فقط اس دید کی پیاس بجھانے کے لیے بھی مجھے رات کی طرح کا کوئی ڈرامہ تیار کرنا پڑتا ہے۔ میری غلطی اتنی بڑی تو نہ تھی جو معافی کے قابل ہی نہ ہو۔ میں نے فقط تمہاری ایک کال پر فوری ریسپانس نہ دیا تھا۔ بار بار یقین دلا چکا کہ اس وقت میں صورت حال کا ادراک ہی نہ کر پایا تھا۔ تمہاری ذات پر میرا یقین ایک لمحے کو بھی نہ ڈگمگایا تھا۔ تصویر کا فرانزک میں نے اپنے لیے نہیں اپنی ماں کے دل و دماغ سے ہر طرح کا شبہ مٹانے کے لیے کروایا تھا۔ وہ پرانے خیالات کی عورت ہیں، ہماری بات چاہنے کے باوجود سمجھ نہ پا رہی تھیں۔

نانا جان کے گھر کا ماحول کتنا فرسودہ اور گھٹا ہوا تھا ہماری ماؤں کی جیسی پرورش ہوئی، وہ ساری عمر ان ہی خیالات کو سینے سے لگائے رہیں۔ امی تمہارے یونی ورسٹی جانے کے خلاف تھیں، ان کے خدشوں نے جب ان کی نظر میں حقیقت کا روپ دھارا تو وہ غصے اور دکھ کی کیفیت میں وہ سب کر بیٹھیں جو یقیناً انہیں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ میں خالو جان کو بھی ان کے ردعمل پر حق بجانب گردانتا ہوں۔ تمہاری خفگی بھی مجھے ہمیشہ تمہارا حق لگی لیکن خفگی کا یہ دورانیہ بہت طویل ہو گیا ہے، یار! مجھے بتاؤ میں کن الفاظ میں معافی مانگوں کہ تمہارا دل میری طرف سے صاف ہو جائے۔" صارم اب واقعی تھک چکا تھا۔

"تم اپنے جس قصور کی بار بار معافی مانگتے ہو صارم اس پر تو میں نے تمہیں کب کا معاف کر دیا تھا ہاں وقتی طور پر بہت غصہ تھا لیکن مجھے تمہارے کہے پر اعتبار آ گیا تھا۔ تم نے میرے کردار پر بھی شک نہیں کیا میری محبت یہ جان کر معتبر ہو گئی تھی لیکن مجھے اپنے باپ کے سامنے بھی سرخرو ہونا تھا۔ تم سے شادی کے انکار کا فیصلہ میں نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میرے دل سے تمہاری محبت ختم ہو گئی تھی بلکہ جب مجھے ابو اور تمہارے بیچ ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ تم خود بتاؤ اس وقت ایک بیٹی کا انتخاب کیا ہونا چاہیے تھا۔" وہ صارم سے پوچھنے لگی۔

"تو میں نے کب تمہارے اس فیصلے پر شکوہ کیا لیکن جب قدرت نے ہمیں پھر سے ملا دیا تب تمہاری بے رخی اور گریز کو کیا نام دوں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

"یہ سوال مجھ سے نہیں خود سے پوچھو صارم۔" اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

"خود سے پوچھ پوچھ کر تھک چکا ہوں کوئی جواب نہیں ملتا اسی لیے آج تم سے پوچھ رہا ہوں۔ شہرینہ میں اب واقعی تھک گیا ہوں یار خدا کے لیے اپنے رویے کی کوئی تو توجیح پیش کرو۔ مجھے خود پر لگے الزام کا علم ہو گا تب ہی تو میں اپنی صفائی پیش کر سکوں گا۔" وہ بے بس ہو کر بولا۔

"ایسی بات ہے تو سنو۔ صہیب سے میری شادی ختم کروانے والے تم تھے، یہ حقیقت جان کر میں تمہاری محبت پر اعتبار کیسے کروں۔

میں نہیں جانتی وہ بدخواہ شخص کون تھا جس نے پہلی بار مجھے رسوا کیا لیکن یہ جان کر کہ دوسری بار یہ حرکت کرنے والے تم تھے۔ میں جیتے جی مر گئی تھی۔ محض اپنی محبت کو پانے کے لیے تم نے مجھے ہی رسوا کر ڈالا۔ صہیب کو کیا جھوٹی سچی کہانیاں سنائیں میرے بارے میں کہ وہ شادی سے دو دن پہلے شادی سے ہی منکر ہو گیا۔

تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس کی اس حرکت سے خدانخواستہ میرے ماں باپ میں سے کسی کی حرکت قلب بھی بند ہو سکتی تھی۔ مجھے پانے کے لیے تم نے اتنا اوچھا ہتھکنڈا اپنایا، اس سے تو اچھا تھا ہمارے راستے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتے۔

ہماری محبت تو معتبر ٹھہرتی تم نے مجھے اور میری محبت دونوں کو رسوا کر دیا صارم۔ میں تمہیں معاف

Scanned with CamScanner

کروں تو کیسے کروں۔'' شہرینہ بھی رو پڑی تھی صارم اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہ گیا۔

''ہاں بتاؤ اس الزام کی کیا صفائی دو گے اور میں بتاؤں تم، مگر نہیں سکتے۔ ہماری شادی سے پانچ سات دن پہلے تم نے خود ایک کیفے میں تمہیں صہیب کے ساتھ دیکھا تھا۔''

شہرینہ نے روتے روتے بتا ڈالا۔ اس کے دل و دماغ یہ بوجھ مہینے سہتے تھک چکے تھے۔ لیکن اسے صارم کی جانب سے غلطی کا اقرار اور معافی کا اظہار ضرور سننا تھا اور اب صارم کی جانب سے اسی نوعیت کے فقرے سننے کی منتظر تھی، جانتی تھی کہ جھوٹ بولنا اس کی سرشت میں نہیں۔ بہادری سے اپنی غلطی کا اعتراف کرلے گا۔

''کاش تم نے یہ بات مجھ سے پہلے کرلی ہوتی ظالم لڑکی! ہماری زندگیوں کا کس قدر قیمتی وقت تمہاری اس حماقت کی نذر ہوا ہے۔'' صارم کا صدمے اور تاسف سے برا حال تھا اور وہ کم از کم صارم کے لبوں سے اس قسم کا فقرہ سننے کی توقع نہ کر رہی تھی۔

''پلیز صارم میں تمہارے سچ پر اعتبار بھی کرلوں گی اور معاف بھی کردوں گی۔ مجھ سے جھوٹ مت بولنا۔'' اس نے کپکپاتے لبوں سے منت کی تھی۔ صارم نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنا موبائل اٹھایا۔

''جو کہوں گا، اس کا عملی ثبوت بھی دوں گا۔ پہلے کچھ کہنے کی اجازت تو دو یار۔'' وہ اس قدر بے بسی سے بولا تھا کہ شہرینہ نے حیران مگر ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں اس پر گاڑ دیں۔

''وہ نامعلوم شخص جس نے تمہاری فوٹو شاپڈ تصویر امی کو بھیجی تھی جانتی ہو وہ کون تھا؟'' صارم نے پوچھا۔ شہرینہ نے حیرانی سے نفی میں گردن ہلائی۔

''وہ صہیب کا دوست تھا جس نے صہیب کے ایما پر یہ کام کیا۔'' صارم دھیرے سے بولا۔

''جھوٹ۔'' وہ بے ساختہ بول اٹھی۔

''پہلے خاموشی سے میری پوری بات سنو۔ پھر جھوٹ سچ کا فیصلہ کرنا۔'' اس نے اسے ڈپٹ دیا۔ شہرینہ آنکھوں میں بے یقینی سمو کے اسے خاموشی سے تکنے لگی۔

''میں نے بہت تگ و دو کے بعد تصویر بھیجنے والے کا نمبر ٹریس کرلیا تھا۔ وہ کسی دور افتادہ گاؤں میں رہتا تھا۔ میری سمجھ سے باہر تھا کہ اس مذموم حرکت سے ایک اجنبی شخص کیا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے دوست یاسر کو جانتی ہو، اس کے ماموں خفیہ ادارے میں ہیں۔ ان ہی کے تعاون سے میں اس شخص کو ٹریس کرتے ہوئے اس کے گھر جا پہنچا۔ اسے دھمکانے تک کی نوبت نہ آئی جس ریفرنس سے میں اس تک پہنچا تھا اس کا علم ہونے پر ہی وہ تھر تھر کانپتے ہوئے فوراً بتا بیٹھا کہ اس حرکت کا اصل ماسٹر مائنڈ صہیب ہے۔ وہ صہیب کا کلاس فیلو تھا اور یاری دوستی یا پیسے وغیرہ کے لالچ میں یہ کام کر بیٹھا۔ صہیب نے اس کام کے لیے اپنی سم اس لیے استعمال نہ کی کہ اسے ٹریس ہونے کا ڈر ہوگا۔ بہر کیف اس کے کارندے کے ذریعے بھی ہم اس تک پہنچ ہی گئے۔''

''لیکن صہیب نے یہ کیوں کیا۔'' وہ بے یقین تھی۔

''ہاں اسی سوال کو میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسی دوران تمہارا اور اس کا رشتہ برق رفتاری سے طے پا گیا اور نہ صرف طے پا گیا بلکہ فوری شادی کی تاریخ بھی مقرر کردی گئی۔ پہلی سوچ جو میرے ذہن میں آئی، وہ یہ تھی کہ وہ تمہارا ہمسایہ ہے تمہیں آتے جاتے دیکھ کر دل ہار بیٹھا ہوگا اور تمہیں پانے کے لیے اس نے میرا پتا صاف کرنا چاہا اور اس مقصد کے لیے یہ نیچ حرکت کی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں صرف ایک بار مل کر اس کا گریبان پکڑنا چاہتا تھا۔ لیکن صورت حال بہت نازک موڑ پر آچکی تھی۔ شادی بالکل سر پر آن پہنچی تھی۔

میں ایسے وقت اس کا اصل چہرہ بھی بے نقاب نہیں کرسکتا تھا۔ کرنے کی کوشش کرتا تب بھی میرا کس نے یقین کرنا تھا لیکن جو شخص ایسی گری ہوئی حرکت کا

Scanned with CamScanner

مرتکب ہوا تھا۔ میں تمہیں اس کو سوپنے کا بھی خود میں حوصلہ نہ پاتا تھا میں جب تک اس سے نہیں ملا، میرا ذہن خود بھی واضح نہیں تھا کہ میں اگلا قدم کیا اٹھاؤں گا اگر مجھے تمہارے لیے اس کی محبت اور خلوص میں سچائی نظر آئی تو ہوسکتا ہے میں اپنی محبت کی قربانی دے کر تمہاری فیملی کی خاطر اسے معاف کرنے پر مجبور ہوجاتا لیکن اس کی نیت جانے بغیر میں تمہیں اس کی زندگی میں شامل کرنے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا بس اس نیت کو جانچنے کی خاطر ہی میں نے اس سے ملنے کا فیصلہ کیا اور یہ وہ ہی دن تھا جب تمہاری دوست نے مجھے اس کے ساتھ دیکھا ہوگا۔'' صارم سانس لینے کے لیے رکا۔ شہرینہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔

اپنے دوست کی زبانی اسے پہلے ہی خبر مل چکی تھی کہ وہ بے نقاب ہوچکا ہے، اس لیے اس کے منہ سے سچ اگلوانے کے لیے مجھے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑا۔ اس کے بقول اس نے یونی ورسٹی کے کسی فنکشن میں تمہاری تصویر چھپ کر اتاری تھی پھر اس کے ذریعے ایک اور جعلی تصویر بنا کر امی کے پاس بھیجا گیا۔ ان کے ہاں جو ملازمہ کام کرتی تھی وہ کئی بار امی وغیرہ کو تمہاری طرف آتا جاتا دیکھ چکی تھی۔ صہیب کے لیے وہ نمبر حاصل کرنا مسئلہ نہ بنا۔ میں صہیب کے منہ سے جو اگلی بات سننے کی توقع کر رہا تھا وہ اس کی جانب سے تمہاری محبت میں مبتلا ہونے کا اقرار تھا لیکن جو بات اس نے بتائی وہ تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔''

''کیسی بات۔'' شہرینہ نے بے تابی سے پوچھا۔

''اس نے اعتراف کیا کہ اس گھٹیا حرکت کے پیچھے فقط تمہارے خاندان سے انتقام لینے کا جذبہ کارفرما تھا۔''

''انتقام؟'' شہرینہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

''ہاں، انتقام برسوں پہلے جب اس کی بڑی بہن کی شادی کا مرحلہ درپیش تھا تو ایک رشتہ دیکھنے والی فیملی ان کی طرف آئی چونکہ وہ بغیر اطلاع کے آئے تھے تو گھر پر تالا لگا ملا۔ وہ لوگ لڑکی اور اس کے خاندان کے بارے میں چھان پھٹک کرنے برابر میں موجود گھر چلے گئے، وہ گھر تمہارا گھر تھا اور خالہ نے ان لوگوں کے پوچھنے پر پروفیسر صاحب کی فیملی کے بارے میں بہت منفی ریمارکس دیے۔ ان کی بیٹیوں کی آزاد خیالی بلکہ دوسرے معنوں میں آوارگی کے قصے سنائے ان کے بقول ان کی بڑی بیٹی آئے دن کسی نہ کسی لڑکے کی گاڑی میں لفٹ لے کر گھر آتی ہے۔ ہر بار لڑکا مختلف ہوتا ہے۔ کبھی کبھی کسی کے پیچھے بائیک پر بھی بیٹھ کر آتی جاتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنی بیٹی کو بہت آزادی دے رکھی ہے اور خالہ کے بقول شریف لڑکیوں کے یہ لچھن نہیں ہوتے اور ایسی لڑکیاں گھر بسانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ وہ فیملی ایک میرج بیورو کے توسط یہاں پہنچی تھی اور یہ سب سن کر توبہ توبہ کرتی یہیں سے واپس پلٹ گئی۔

صہیب کے بقول اس کی بڑی آپا اعلا تعلیم یافتہ، میچور اور بے حد ذہین خاتون تھیں۔ وہ ان دنوں پروفیسر صاحب کی نگرانی میں ہی اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کر رہی تھیں۔

پروفیسر اور ان کی بیگم ہمیشہ ہی درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ رہے تھے۔ بیگم ہمدانی جن بچوں کو کالج میں پڑھاتی تھیں رہنمائی کی خاطر بہت سے طالب علم گھر کا رخ بھی کر لیتے۔ علم بانٹنے کے معاملے میں دونوں میاں بیوی بخل سے کام نہ لیتے تھے سو بہت سے بچے تو گھر کے فرد کی حیثیت اختیار کر گئے تھے بعد میں ان اسٹوڈنٹس میں سے بہت سے یونی ورسٹی بھی جانے لگے تھے۔

نایاب آپا ان کے لیے بڑی بہن کی حیثیت ہی رکھتی تھیں ان لڑکوں کی عمروں اور آپا کی عمروں میں بہت تفاوت بھی تھا۔ بہت بار نایاب کو ان میں سے ہی کوئی گھر چھوڑنے چلا آتا۔ صہیب کے بقول اگر اس کی آپا اپنے کسی کلاس فیلو کے ساتھ بھی آتی تب بھی پڑوس میں بسنے والی فیملی کو اس کی بہن پر کیچڑ

Scanned with CamScanner

digest library.com

اچھالنے کا کوئی حق نہ تھا۔
بہرطور اس کی آپا کا رشتہ اس فیملی میں تو طے نہ ہوسکا لیکن اتفاق سے جس دوسرے خاندان میں ان کا رشتہ جڑا وہ اس فیملی کے دور پرے کے واقف کار نکل آئے جنہیں عاکفہ خالہ نے بدظن کیا تھا۔
یہ حقیقت شادی کے بعد کھلی اور ان لوگوں نے بڑی فراخدلی سے وہ ساری معلومات نایاب کے سسرال والوں کو پہنچادیں جو بھی عاکفہ خالہ نے ان لوگوں کو فراہم کی تھیں۔ صہیب کے بقول اس کی بہن کی زندگی ان بے بنیاد الزامات کی وجہ سے اجیرن ہوگئی تھی۔ ان کا کردار اپنے شوہر کی نگاہوں میں بھی داغ دار ہوگیا تھا۔ انہوں نے اتنا مینٹل ٹارچر برداشت کیا کہ ایک بار سلیپنگ پلز لے کر خودکشی کی بھی کوشش کی۔ شادی کے فوراً بعد اولاد کی خوش خبری مل گئی تھی وہ اس لیے نباہ کرنے پر بھی مجبور تھیں لیکن اس نباہ کی قیمت وہ ذہنی ٹارچر تھا جو انہیں مستقل برداشت کرنا پڑ رہا تھا۔
صہیب اس وقت کم عمر تھا لیکن بہن کی پریشانی کی وجہ اس سے چھپی نہ رہ پائی تھی۔ نایاب نے ایک عرصہ خاموشی سے یہ سب سہنے کے بعد ماں باپ کو سب بتادیا تھا اور گھر میں یہ معاملہ ڈسکس کیے جانے کی وجہ سے صہیب سب کچھ جان گیا۔ اس نے اسی وقت تہیہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی آپا کو ملنے والی تکلیفوں کا بدلہ کسی نہ کسی طور تمہاری فیملی سے لے کر رہے گا۔
بہرحال ایک مدت گزرنے کے بعد اس کی بہن تو شوہر اور سسرال والوں کا اعتبار جیتنے کے قابل ہوگئی لیکن صہیب کے انتقام کی آگ سرد نہ پڑی۔ وہ سب جو اس نے کیا اسی انتقام کی آگ میں جلنے کا نتیجہ تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا وہ انتہائی شریف النفس والدین کی اولاد بھی تھا جنہوں نے اپنے سب بچوں کی تربیت اعلیٰ اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی تھی سو صہیب کا ضمیر وہ غلط حرکت کرنے کے بعد ہی بے چین ہونے لگا تھا پھر جب خالو جان کی طبیعت بگڑی تو تم لوگ اسی کے ساتھ انہیں ہاسپٹل لے کر پہنچے تھے۔
اس نے جب اپنے کانوں سے ڈاکٹرز کو کہتے سنا کہ بلڈ پریشر کا اتنا بڑھنا خدانخواستہ فگار خالو کے لیے جان لیوا بھی ہوسکتا تھا تو اس کے ضمیر نے مزید ملامت شروع کردی۔ وہ جانتا تھا کہ تمہارے گھرانے کی ٹینشن اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک تمہارا کسی اچھی جگہ رشتہ نہیں ہوجاتا۔ ضمیر کی خلش مٹانے کے لیے اس نے اپنے گھر والوں سے تمہارا رشتہ لے جانے کو کہا۔ اب بیگم ہمدانی لاکھ حلیم الطبع تعلیم یافتہ اور نرم دل خاتون تھیں اس خاندان میں بیٹے کا رشتہ کیسے لے جاتیں جن کی وجہ سے ان کی بیٹی نے ایک عمر عذاب بھگتا تھا۔
مجبوری کے عالم میں صہیب نے ماں کو اپنی حرکت کے بارے میں بتادیا اور بیگم صاحبہ کے پاس بھی بیٹے کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ پروفیسر صاحب کو البتہ صہیب کی تمہارے لیے پسندیدگی کے بارے میں ہی بتایا گیا۔
صہیب کی حرکت تو جانے قابل معافی تھی یا نہیں لیکن اس کے والدین واقعی بہت وضع دار اور شریف النفس لوگ تھے۔ انہوں نے زندگی کے کسی موڑ پر پڑوس میں بسنے والے خاندان کو جتایا تک نہیں کہ ان کی چند بے بنیاد باتوں کی وجہ سے ان کی زندگی کس عذاب سے دوچار ہوئی تھی۔ اگر دونوں گھرانوں میں کبھی کوئی رنجش یا تلخی ہوئی ہوتی تو شاید یہ رشتہ ممکن ہی نہ ہوتا۔
صہیب کے منہ سے ساری بات سن کر میں نے فقط اس سے یہ پوچھا کہ وہ یہ رشتہ نبھانے میں کتنا سنجیدہ ہے۔
اس کے دل و دماغ پر تو پہلے ہی بہت بوجھ تھا۔ اس نے تسلیم کیا کہ یہ اس نے یہ رشتہ فقط ضمیر کی خلش سے تنگ آکر جوڑا ہے ورنہ وہ اپنی کسی دور پار کی کزن سے محبت کرتا ہے اور اسی سے شادی بھی کرنا چاہتا تھا۔
میں تمہیں اس کی زندگی میں کیسے شامل ہونے

Scanned with CamScanner

دیتا جب یہ فقط مجبوری کا بندھن تھا۔ کیا خبر زندگی کے کسی موڑ پر اس کے انتقام کی آگ پھر بھڑک اٹھتی اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں اس کا ہوتا دیکھ کر خود بھی تو جیتے جی مر جاتا۔ میں نے اسے کہا کہ وہ خود اس شادی سے انکار کردے ورنہ میں ثبوتوں کے ساتھ اس کے والد بزرگوار کے پاس پہنچ جاؤں گا اور انہیں اس کے سب کرتوتوں سے آگاہ کردوں گا۔

وہ گھبرا تو گیا لیکن پھر یہ بھی مان گیا کہ وہ ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر شادی کر رہا ہے پھر بھی اس کے دل و دماغ میں اضطراب برپا رہتا ہے۔ اسے فکر ستاتی ہے کہ وہ یہ بندھن نبھا بھی پائے گا یا نہیں اس نے ڈرتے ڈرتے مجھ سے پوچھا کہ اگر وہ منظر عام سے غائب ہوتا ہے تو کیا نثار صاحب کی فیملی کے لیے متبادل امیدوار بن سکتا ہوں اگر یہ سب سن کر بھی میں تمہیں قصوروار لگ رہا ہوں تو اب بھی ہاتھ پاؤں جوڑ کر معافی مانگنے کو تیار ہوں۔" صارم نے گہری سانس کھینچتے ہوئے بات سمیٹی۔

"اور ہاں اس موبائل میں میری اور صہیب کی ساری گفتگو ریکارڈ ہے جو میں نے کی تو اس لیے تھی تاکہ ضرورت پڑنے پر پروفیسر صاحب کو سنا سکوں لیکن اس کی نوبت نہیں آئی کیا خبر تھی خود کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے یہ سب تمہیں سنانا پڑے گا۔" صارم کی انگلیاں موبائل پر متحرک ہوئیں۔

"بس کرو صارم" وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔

صارم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر تھپکا تھا۔

"مجھے یاد ہے ایک بار پڑوس میں یہ بات مشہور ہوئی تھی کہ پروفیسر صاحب کی شادی شدہ بیٹی نے نیند کی گولیاں کھا کر اپنی جان لینے کی کوشش کی ہے اور امی نے اس بات کو لے کر بھی اس فیملی پر بہت لے دے کی تھی۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری ماں کی چند بے بنیاد باتوں نے ایک شریف لڑکی کو اپنی جان لینے کی کوشش پر مجبور کردیا۔" وہ روئے جا رہی تھی۔

"ہاں شہرینہ! کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا مذہب تو ہمیں سختی سے دوسروں کے عیب اچھالنے سے بھی منع کرتا ہے بجائے کہ ہم اپنی طرف سے گھڑ کر کسی کی کردار کشی کریں اور پھر یہ کہ ہر کانوں سنی یا آنکھوں دیکھی بات بھی درست نہیں ہوتی۔ خالہ نے اپنی دانست میں کسی پر تہمت نہیں باندھی۔ انہوں نے جو کہا ان کی نظر میں سچ تھا لیکن یہ سچ کسی کی زندگی اجیرن کر گیا۔" صارم نے افسوس سے گردن ہلائی۔

"میں امی کو بتاؤں گی یہ سب۔" شہرینہ نے فوراً ارادہ باندھا۔

"نہیں میرا خیال ہے اس کی ضرورت نہیں۔ تمہارے معاملے کو لے کر خالہ نے پہلے ہی بہت ذہنی اذیت اٹھائی ہے۔" انہیں مزید ٹینشن دینا مناسب نہیں لیکن آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے سے انہیں فرضی مثالیں اور کہانیاں سنا کر سمجھایا ضرور جا سکتا ہے جیسا کہ تمہاری تصویر والے واقعے کے بعد ہم سب بہن بھائیوں نے امی کی اتنی برین واشنگ کی کہ نہ صرف انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا بلکہ وہ معذرت پر بھی راضی ہو گئیں۔"

"لیکن میں تم سے کس طرح معذرت کروں مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آرہا۔"

وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی تھی۔ شرم ساری کا غلبہ ہی اتنا شدید تھا کہ وہ صارم سے نگاہیں نہ ملا پارہی تھی۔ صارم کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"سچی صارم میں تمہیں بتا نہیں سکتی کہ میں اس بات پر کتنی خوش ہوں کہ میں نے تمہیں غلط سمجھا۔" اس نے معصومیت بھرا اقرار کیا تھا۔ صارم نے اسے خود سے جھٹکے سے الگ کیا۔

"مجھے غلط سمجھنے پر تم خوش ہو۔" وہ صدمے سے چور لہجے میں بولا شہرینہ جھینپ گئی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ تم سچ تھے میں نے جس شخص سے محبت کی وہ محبت کے ہی قابل تھا۔ آج میرا ہر ملال ڈھل گیا۔" شہرینہ کی تو گویا روح تک ہر بوجھ سے آزاد ہو چکی تھی۔

"اور اس محبت کو جو اتنے دن خوار کیے رکھا اس

کا حساب کون دے گا۔" صارم نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ تمہیں بلاوجہ اتنا ایٹی ٹیوڈ، اتنا نخرہ دکھاتی رہی تم نے دو تھپڑ لگا کر میرا دماغ درست کیوں نہیں کیا۔ کوئی اور ہوتا تو اتنی بدتمیزیوں پر چوٹی سے پکڑ کر نکال باہر کرتا۔"

وہ فراخ دلی سے اپنا ہر قصور مان رہی تھی۔ صارم کی اعلیٰ ظرفی نے اسے واقعی اس سے نگاہیں ملانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔

"گھر سے نکال باہر کرنا آسان ہے میری جان۔ دل سے نکال باہر کرنا مشکل نہیں ناممکن ہے۔ تم میری ہر دھڑکن میں بستی ہو اسی لیے تو تمہارا ہر ستم ہنستے مسکراتے سہہ رہا تھا۔"

"اچھا بابا کہا ناں معاف کر دو۔" اس نے اسی کے سینے میں سر چھپا کر معافی مانگی۔" صارم نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر محبت کی مہر ثبت کی تھی۔

"ویسے میں نے تمہارا جتنا دل جلایا تم نے کل رات میرا خون جلا کر حساب برابر کر دیا تھا۔ اگر ڈر کے مارے میرا دم نکل جاتا تو؟" وہ اب پھر اسے خفگی جتا رہی تھی۔

"اچھا اور اگر ایک ہی گھر میں ہونے کے باوجود میں تمہاری شکل دیکھنے کو ترستا رہ جاتا تو دکھ اور صدمے کے مارے میرا دم نکل جاتا تو؟" وہ مسکرا کر اسی کے انداز میں بولا تھا۔

"آئندہ تمہیں بالکل نہ ستاؤں گی پرامس۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"کل میں سب سے پہلے اس شریف شخص کا شکریہ کروں گا جس کی وجہ سے آج مجھے یہ اقرار سننے کو مل رہا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"کون شخص؟" شہرینہ واقعی نہ سمجھ پائی۔

"بھئی ہمارا آفس بوائے اور کون نہ آج میں اس سے جیلس ہو کر جلتا بھنتا گھر آتا نہ یہ سارا معاملہ کھلتا، میں تو اب تک تمہاری ناراضی کو ماضی والے واقعے سے ہی جوڑتا آ رہا تھا۔"

"تم اس شخص کا میری طرف سے بھی شکریہ ادا کرنا صارم۔ اس کی وجہ سے آج مجھے نہ صرف میری محبت واپس ملی ہے بلکہ محبت پر میرا اعتبار بھی بحال ہو گیا ہے لیکن پلیز آئندہ اس بے چارے سے جیلس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اب میں اتنی اچھی بیوی بن کر رہوں گی کہ تمہیں اپنی قسمت پر خود رشک آیا کرے گا۔" وہ پورے دل سے بولی تھی اور اس معصومانہ سی یقین دہانی پر صارم کو ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

"میں بھی اچھا شوہر بننے کی پوری کوشش کروں گا میری جان، لیکن یہ بات میں تمہیں پیشگی بتا رہا ہوں کہ شاید میں تمہاری ہر خواہش یا فرمائش پوری نہ کر پاؤں۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر سنجیدگی سے بولا تھا۔

"میں کوئی ایسی فرمائش کروں گی ہی کیوں؟" اس نے صارم کو یقین دلایا۔

"تم آل ریڈی ایسی ایک فرمائش کر چکی ہو جس کو پورا کرنا فی الحال میرے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔" وہ بہت بے چارگی بھرے لہجے میں گویا ہوا۔ شہرینہ نے حیران ہوتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"تمہیں ہنی مون پر سوئزرلینڈ لے جانے کی میری اوقات نہیں ہے یار۔ میں تو زیادہ سے زیادہ گلگت یا آزاد کشمیر تک لے جا سکتا ہوں۔" وہ ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولا۔

شہرینہ نے ایک پل کے لیے اس کی بات پر غور کیا پھر اسے خفگی سے گھورتے ہوئے اس کے بازو پر ایک مکہ رسید کیا۔

"ابھی اچھی بیوی بننے کا دعویٰ کر رہی تھی اور ابھی بے چارے مسکین سے شوہر کو زدوکوب کرنا بھی شروع کر دیا۔" صارم نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا۔ شہرینہ نے اسے گھورنا چاہا مگر اگلے ہی پل کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

بالآخر بے اعتباری کی دھند چھٹ چکی تھی اور محبت نے ایک بار پھر اپنا آپ منوا لیا تھا۔

☆☆

digest library.com

Scanned with CamScanner